رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ و قرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث و نزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی بجائے

علما زمانہ حاضر باشد یا مولوی نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ تدریجی محمول ست

بر مقاصد مبادی وپس اتباعا للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ مشتمل بتدریج مشہور

مسمی بہ

الہادی

جلد [illegible] | بابت ماہ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ | نمبر ۲

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ برائے طالب ہادی و مذکر ست رہبر مجالس دنیاوی

و مسکن ست بجائے ہر جامع و صادی بصورت ترجمہ رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ

و مع انتخابہا عن کلمۂ مثنوی شریف و ترجمہ الیمین ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستقل ست

از نور گاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی بادارۂ محمد عثمان عفی عنہ ماہ بماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزر بنا آرزو بر صدور میگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۹ ہجری نبوی صلعم

جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

مقاصد و ضوابط رسالہ الہادی

۱۔ اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں ٭

۲۔ رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے

۳۔ ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمائیں اطلاع ہوتے ہی دوبارہ روانہ کر دیا جاتا ہے۔

۴۔ رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ مع محصول ڈاک علاوہ ان حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی کیا جاتا ہے اور وی۔ پی کی صورت میں ۲ر خرچ رجسٹری ۲ر فیس منی آرڈر اضافہ کرکے ۴ر کا وی۔ پی ہوتا ہے اور ممالک غیر سے قیمت مع محصول ڈاک چار شلنگ چھ پنس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔ اور رسالہ ہذا معہ ٹائٹل کے ۴۸ صفحات کا ہوتا ہے۔

۵۔ ہر خریدار کو ابتدائی سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول سے شروع ہوتا ہے۔

۶۔ رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا ٭

۷۔ رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود ہیں۔ مگر اُن کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے بجائے عہ مع محصول کے (صہ) علاوہ محصول ڈاک مقرر ہے۔

الراقم:۔ محمد عثمان۔ مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں دہلی

رب کے پاس حجت کریں گے (اور کہیں گے کہ ان لوگوں نے دنیا میں تسلیم کیا تہا - کہ تمہارا
دین سچا ہے اور باوجود اسکے بہی وہ مخالفت کرتے تہے - اور اس کا تمہارے پاس کوئی
جواب نہ ہوگا - پس جبکہ ان دو باتوں میں سے ایک بات ضروری ہے - کہ یا تم اپنے
اقرار سے باز رہو - یا خدا کے سامنے شکست کہاؤ - اب تم سوچ لو کہ کون سی بات بہتر ہے اور ظاہر ہے
کہ خدا کے سامنے مسلمانوں سے ہار جانا کسی طرح مفید نہیں اسلئے لازم ہے کہ تم
ایسا اقرار کسی سے نہ کرو - اب حق تعالیٰ انکو جواب دیتے ہیں - اور فرماتے ہیں - کہ) آپ
(ان سے) کہدیجئے کہ فضل (بالکل) خدا کے اختیار میں ہے - وہ اسکو جسکو چاہتا ہے
دیتا ہے (کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں ہے - کہ وہ کسی اور کو نہ دے - یا نہ دینے
دے) اور (خدا کے یہاں کسی چیز کی کچہہ کمی بہی نہیں کیونکہ) خدا صاحب وسعت ہے
(اور وہ اہل فضل سے ناواقف بہی نہیں - کیونکہ وہ) بہت جاننے والا ہے (اسلئے)
جسکو چاہتا ہے - اپنی رحمت کے ساتہ مخصوص کرتا ہے - (جب اہل کتاب کو
مخصوص کرنا چاہا ان کو کیا - اور جب مسلمانوں کو کرنا چاہا اونکو کیا - ایسی ۴۱
حالت میں اہل کتاب کو کیا حق ہے - کہ وہ کہیں کہ ایسی چیز کسیکو نہیں دی
جاسکتی - جیسی اون کو دی گئی ہے) اور (حقیقت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ بڑے
فضل والے ہیں (اور جو لوگ ان کے فضل کو اپنے ہی تک محدود رکہنا چاہتے
ہیں - اونکی غلطی ہے) اور اہل کتاب میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اگر تم اس کو
مال کی ایک بہت بڑی مقدار کا امین بناؤ تو وہ (اپنی امانت داری کی وجہ سے)
تمہیں واپس دے دیگا - اور کوئی ان میں سے ایسا ہے - کہ اگر تم اسے صرف ایک
دینار کا امین بناؤ تو وہ بہی تمہیں واپس نہ دے گا - مگر جب تک کہ تم اس (کے سر)
پر (برابر) کہڑے رہو - یہ اسوجہ سے کہ ان کا قول ہے کہ ہم پر ان ناخواندہ لوگوں
(یعنی غیر اہل کتاب) کے باب میں کوئی راہ (مواخذہ) نہیں ہے (اور ہم
ان کے ساتہ جو کچہہ بہی کریں - ہمارے لئے سب جائز ہے) اور (اس طرح)
وہ خدا پر جہوٹ تراشتے ہیں - اور وہ جانتے بہی ہیں - (کہ یہ افترا ہے - پس

انہیں ضرور سزا ہوگی۔ اور ایک نہیں چند۔ ایک بدعہدی کی۔ دوسری حرام خواری
کی تیسرے خدا پر افترا، کی غرض ان کا یہ دعویٰ غلط ہے) ہاں جو کوئی اپنے عہد کو
پورا کرے اور (بدعہدی کرنے سے بچے تو) اسپر کوئی مواخذہ نہیں۔ اور خدا اس
سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ (کا قاعدہ ہے کہ وہ معاصی سے) بچنے والوں
سے محبت کیا کرتا ہے (چونکہ بدعہدی کی جس طرح ایک صورت امانت میں خیانت
ہے یوں ہی اسکی ایک صورت جھوٹی قسم کھاکر دوسرے کا مال مارنا بھی ہے
اسلئے مزید وضاحت کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ) جو لوگ خدا کے عہد۔ اور
اپنے قسموں کے عوض میں تھوڑے درم لیتے ہیں (اور تھوڑے مال کے پیچھے
قسمیں کھا لیتے ہیں۔ جو کہ خدا کے ساتھ عہد ہوتا ہے۔ جھوٹ نہ بولنے کا) انکے
لئے آخرت میں (صرف اس جرم پر نظر رکھتے ہوئے) کوئی حصہ نہیں۔ اور نہ
(غصہ کے سبب سے) خدا ان سے بات کرے گا۔ اور نہ انکی طرف (بنظر التفات)
دیکھے گا۔ اور نہ انہیں بے گناہ ٹھرائے گا۔ اور انکو سخت عذاب ہوگا۔ (صرف اس جرم ۷۷
پر نظر رکھتے ہوئے اسلئے کہا۔ کہ اگر دوسرے اسباب ایسے موجود ہوں جن سے اس کا اثر
معدوم ہو جائے۔ یا گھٹ جاوے جیسے توبہ یا ایمان یا غلبہ طاعات یا کفارۂ سیات
تو اس کا یہ حکم نہو گا) پس حاصل یہ ہوا۔ کہ اس جرم کی فی نفسہ یہ سزائیں ہیں۔ اور
اگر عوارض خارجہ سے اس میں تخفیف ہو جاوے۔ یا بالکل معاف ہو جاوے۔ تو
اور بات ہے۔ اسیطرح عہد پر جو محبت کا وعدہ کیا ہے۔ وہ بھی بالنظر الی نفسہ ہے۔
لیکن اگر کوئی مانع موجود ہو۔ جیسے۔ کفر۔ یا غلبہ معاصی وغیرہ تو اُس کا وہ اثر باقی نرہیگا۔
گا۔ اس تقریر پر عہد میں تعمیم کیضرورت نہیں۔ اور نہ تعمیم مفید ہے۔ والوجہ یقتضی
التفصیل والبسط فی الکلام۔) اور ان میں سے وہ لوگ بھی ہیں۔ جو کتاب کے پڑھنے
میں کج زبانی کرتے ہیں (اور اس میں اپنی طرف سے باتیں ملاتے ہیں) تاکہ تم اس
(ملائے ہوئے) کو کتاب کا ایک جز سمجھو۔ حالانکہ وہ کتاب کا جز نہیں ہے اور
کہتے ہیں۔ کہ یہ خدا کیطرف سے ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے (بلکہ وہ خود

یہ بیتھن لمِنؔ ۱۱ التفسیر احادیث ارویت فی شان نزولہ ۱۲ منہ

اِن کا ملایا ہوا ہے) اور خدا پر جھوٹ تراشتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں (کہ ہم جھوٹ تراشتے ہیں۔ اور اہل کتاب کا یہ خیال بھی محض غلط ہے۔ کہ انبیا نے انہیں اپنی الوہیت کے عقیدہ کی تعلیم کی ہے یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشاعت سے مقصود خود خدا بنتا ہے۔ کیونکہ) کسی آدمی کو اسکی گنجایش نہیں ہے کہ خدا اسکو کتاب اور حکومت اور ریاست دے اور نبوت دے پھر بھی وہ لوگوں سے یہ کہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ (وہ یہی کہیگا کہ) تم اللہ والے ہو اس وجہ سے۔ کہ تم کتاب خدا پڑھاتے اور پڑھتے ہو۔ (کیونکہ اِس میں اللہ والے بننے کا حکم ہے۔ نہ کہ مخلوق کا بندہ بننے کا) اور نہ یہ گنجایش ہے کہ وہ تمہیں حکم دے کہ تم فرشتوں اور رسولوں کو خدا بناؤ۔ کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دیگا (اور وہ بھی) اِس کے بعد کہ تم مسلمان ہو (یہ بات اس سے ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ وہ خدا کا امین ہے۔ اور خدا نے اوسے اوس کا اہل دیکھ کر اپنا امین بنایا ہے پھر وہ خائن کیونکر ہو سکتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ط قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ط قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝

اور (صرف یہ ہی نہیں۔ کہ حق تعالیٰ نے انکو اہل سمجھکر اس کام کو ان کے سپرد کیا ہے بلکہ اون سے اطاعت کا عہد بھی لیا گیا ہے۔ اور مخالفت کی صورت میں انکو دھمکی بھی دی گئی ہے چنانچہ) جسوقت خدا نے انبیاء سے عہد لیا۔ (اور کہا) کہ جب میں تمکو کتاب اور شریعت دوں پھر تمھارے پاس (ہمارا) کوئی رسول آئے جو کہ اس (کتاب و شریعت) کی تصدیق کرتا ہو۔ جو کہ تمھارے پاس ہے تو تمکو اسکی تصدیق کرنی ہوگی۔ اور تمکو

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا
وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ
وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ
مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ
مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ وَمَنْ
يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ
يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ
مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ
قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا
اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ
لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ
اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ
عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ
وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ
ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ
تَوْبَتُهُمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ
فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ

(اس کے فرائض رسالت کے انجام دینے میں)
اوسکی مدد کرنی پڑے گی (اور یہ کہکر)
کہا کہ کیا تم (اس کا) اقرار کرتے ہو اور
اسپر میری اصلیت قبول کرتے ہو۔ انہوں
نے کہا۔ کہ ہاں ہم کو (اس کا) اقرار ہے
حق تعالیٰ نے فرمایا کہ (جب تمکو اقرار ہے)
تو تم (اس اقرار کے) گواہ رہنا اور میں
بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے
ہوں۔ پس جو لوگ اس (عہد اور اقرار)
کے بعد اس سے پھریں گے تو وہ لوگ
نافرمان ہوں گے (اور ایسی سزا کے
مستوجب ہوں گے۔ جو نافرمانوں کے
لیے مقرر ہے۔ اب تم بتلاؤ کہ) کیا
(اب بھی) وہ خدا کے دین کے سوا
(کچھ اور) طلب کریں گے (اور مخلوق
کو اپنی خدائی کی ہدایت کریں گے)
اور (خاص کر) ایسی حالت میں۔ کہ جو
کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے
(خواہ انبیا ہوں یا کوئی اور) سب
خوشی سے یا مجبوری سے اس کے
مطیع ہیں (اور اس لئے وہ ہر طرح
اپنے کو اس کے قبضہ میں پاتے ہیں)
اور (اس کے ساتھ) وہ اسیکی طرف

ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۠

واپس (ہی) جاویں گے (جہاں اون کو اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی پس ان مجموعی واقعات سے ثابت ہوا۔ کہ انبیار کسیطرح ایسا نہیں کر سکتے کہ لوگوں کو اپنی خدائی تسلیم کرائیں۔ اور اہل کتاب کا یہ خیال محض غلط ہے) آپ فرما دیجئے کہ ہم خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور اسپر بھی جو ہم پر نازل کیا گیا۔ اور جو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اونکی اولاد پر نازل کیا گیا۔ اور جو کہ موسےٰ اور عیسےٰ اور (ان کے علاوہ دوسرے) بنیوں کو دیا گیا۔ ہم کسی (کا انکار کرکے اوس کے اور دوسرے بنیوں) کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔ اور ہم اسی کے تابعدار ہیں (لہٰذا ہمپر یہ شبہ کرنا کہ ہم خدا بننا چاہتے ہیں محض غلط ہے) اور (یہ بھی فرما دیجئے۔ کہ یہی ہے اسلام اور اسی کی طرف ہم تمکو بلاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ) جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دین اختیار کرے گا۔ وہ اس (کی) جانب) سے ہرگز نہ قبول کیا جاوے گا اور وہ آخرت میں ان لوگوں میں سے ہوگا جو نقصان (اور) گھاٹے میں رہیں گے (اسمیں وہ لوگ بھی داخل ہیں۔ جو ابتداہی سے مسلمان نہیں ہوئے اور وہ بھی جو اسلام لاکر پھر گئے۔ پس اب حق تعالیٰ ان لوگوں کی حالت بیان فرماتے ہیں جو اسلام لاکر اس سے پھر جاتے ہیں جسکو مرتد کہتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں تم سوچو تو سہی) خدا (ایسے ضدی اور ہٹ دھرم) لوگوں کو کیسے ہدایت کرے۔ جنھوں نے ایمان لانے کے بعد۔ اور وہ بھی ایسی[ع] ایسی حالت میں کفر اختیار کیا۔ کہ وہ گواہی دے چکے تھے۔ کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں اور ان کے پاس دلائل بھی آچکے تھے (کیونکہ سیدھے رستہ پر لانے کے دو طریقے ہیں۔ یا تو انکو اسپر مجبور[عہ] کیا جاوے۔ یا سمجھایا جاوے۔ مجبور کرنیکا تو حق تعالیٰ کے یہاں قانون ہی نہیں۔ رہی فہمایش۔ سو اسکی غرض یہ ہے۔ کہ

ع اشارۃ الی ان قولہ وشہدوا حال بتقدیر قد ۱۲

عہ خواہ بجبر جلی جیسے اکراہ یا بجبر خفی جیسے بلا اختیار ان کے دل اسلام کی طرف پھیر دینا ۱۲

آدمی پر اسکی غلطی ظاہر ہو جاوے۔ سو یہ سب کچھ ہو چکا۔ اور انہوں نے عملاً۔ اپنی غلطی کو تسلیم بھی کر لیا۔ مگر پھر نفسانی اغراض کی بنا پر اس سے پھر گئے۔ تو اب ایسوں کی ہدایت کا کونسا طریقہ ہے۔ بجز اس کے کہ وہ خود اپنی ضد اور ہٹ دھرمی اور اتباع ہوئی کو چھوڑیں۔ لہذا جب تک وہ ایسا نکریں گے۔ خدا انہیں ہدایت نہ کریگا کیونکہ) خدا (کا قاعدہ ہے کہ وہ) ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو ظلم پر کمربستہ ہیں (جبتک کہ وہ خود اس مانع ہدایت یعنی اصرار علی الظلم کو زائل نہ کریں) ان لوگوں پر خدا کی لعنت ہے۔ اور فرشتوں کی بھی اور لوگوں کی بھی سب کے سب کی بجالیکہ وہ اس (لعنت) میں ہمیشہ رہیں گے (اور اوس سے کبھی انہیں نجات نہ ہوگی) نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جاویگا۔ اور نہ انکو (راحت کے لیے) مہلت دی جاوے گی۔ ہاں وہ لوگ اس سے مستثنٰی ہیں۔ جنہوں نے اس (ارتداد) کے بعد توبہ کر لی اور (اپنی حالت کی) اصلاح کر لی۔ (وہ بیشک بخشدیئے جاوینگے) کیونکہ اللہ بڑے بخشنے والے اور رحمت والے ہیں (اور اس لئے وہ ایسے مجرموں کو بھی بخشدیتے ہیں اس سے یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جب مرتدین کی کفر سے توبہ مقبول ہوگی۔ تو ان کی غیر کفر سے توبہ بالاولی مقبول ہونی چاہیئے اسلیئے کہا جاتا ہے کہ) جو لوگ اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے۔ اور (اس سے توبہ نہیں کی۔ بلکہ) برابر کفر میں ترقی کرتے رہے۔ انکی کوئی توبہ مقبول نہیں (کیونکہ قبول توبہ کے لئے ایمان شرط ہے۔ خواہ پہلے سے حاصل ہو۔ یا خود اس توبہ سے جیسے کفر سے توبہ۔ اور یہاں دونوں باتیں نہیں۔ اس لئے وہ توبہ مقبول نہیں۔ برخلاف ان لوگوں کے جن کے قبول توبہ مذکور ہوئی۔ کیونکہ وہاں شرط موجود ہے۔ پس قیاس مع الفارق ہے) اور (جبکہ انکی توبہ مقبول نہیں۔ تو) یہ لوگ گمراہ ہی ہیں (اور ایسے توبہ سے ہدایت یافتہ نہیں ہو سکتے پس انکو چاہیئے کہ وہ خود کفر سے توبہ کریں۔ اور اگر انہوں نے توبہ نہ کی اور کفر ہی پر انکا خاتمہ ہوا۔ تو پھر ان کے نجات کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ

۸۶

ہمارا قانون ہے۔ کہ) جو لوگ کافر ہوں۔ اور وہ ایسی حالت میں مر جائیں۔ کہ اپنے کفر پر
قایم ہوں۔ تو ان میں سے کسی سے معمولی انفاق تو درکنار زمین بھر سونا (بھی) نہ لیا
جاوے گا۔ اگر وہ (یہ مقدار خود اپنی طرف سے پیش کر کے) اوس کے ذریعہ سے
چھوٹنا چاہے (اس سے اوس کا مطالبہ تو کیا ہوتا) اور ان کے لئے تکلیف
دہ عذاب مقدر ہے اور ان کا کوئی مددگار بھی نہ ہوگا (جو اپنی قوت سے انہیں
چھڑا لے۔ گو کفار کے لئے زمین بھر سونا خرچ کرنا بھی نافع نہیں۔ جیسا کہ ابھی مذکور
ہوا۔ مگر مسلمانوں کے لئے معمولی انفاق بھی نافع ہے۔ اس لئے ان سے کہا جاتا
ہے کہ تم ضرور خرچ کرو۔ تمہیں تمہارا انفاق ضرور نافع ہوگا۔ مگر اتنا خیال رکھنا
چاہیئے۔ کہ جو چیز تم خرچ کرو وہ نکمی نہ ہو جو کہ تمہارے دل سے اتری ہوئی ہو۔
بلکہ اچھی اور خود تمکو پسند ہو۔ کیونکہ)

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا
تُحِبُّوْنَ ۵ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ
فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۵ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ
حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ
اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ
اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ط قُلْ فَاْتُوْا
بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ۵ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ
فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۵ اِنَّ اَوَّلَ
بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ

تم خیر کامل کبھی نہیں حاصل کر سکتے۔ تاوقتیکہ
تم ان چیزوں میں سے نہ خرچ کرو ۴۷
جو تمکو پسند ہوں۔ (اسلئے کہ دل سے
اتری ہوئی چیزوں کا دینا کوئی کمال
نہیں۔ ایسی چیزوں کو تو آدمی پھینک
بھی دیا کرتا ہے۔ پھر ان کا کسیکو دیدینا
کیا کمال ہے۔ کمال اس میں ہے۔ کہ نفس
مزاحمت کرے اور کہے کہ دینا مناسب
نہیں۔ مگر تم حق تعالیٰ کی خوشنودی
کے لئے نفس کی مزاحمت کی پروانہ
کرو۔ اور اسکو دے ڈالو۔ پس اصل
کمال تو یہ ہے۔ جو ابھی کہا گیا ہے) اور (تم)
جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے (خواہ اچھی شے ہو

مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ۖۗ وَاللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ۝ وَكَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَفِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝

یا بُری) تو اس کا تمکو مناسب بدلہ دیا جائے گا۔ کیونکہ) حق تعالیٰ اس کو جانتے ہیں (اور جان کر نظر انداز کرنا ان کی عادت نہیں ہے۔ یہ مضمون ذکر افتدا کے سلسلہ میں استطرادا بیان کر دیا گیا تہا۔ اس کے بعد پہر اہل کتاب کے متعلق گفتگو فرماتے ہیں۔ جن کا تذکرہ ہوتا آرہا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ یہود کا دعویٰ ہے۔ کہ اونٹ کا گوشت اور دودہ خدا نے ابراہیم پر حرام کیا تہا۔ اور اس بنا پر وہ تمپر اعتراض کرتے ہیں۔ کہ تم اتباع ابراہیم کے مدعی ہوکر اوس کا گوشت اور دودہ کیوں کہاتے ہو۔ مگر ان کا یہ اعتراض اور وہ دعویٰ جو اس کا مبنی ہے سب لغو ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے۔ کہ بنی اسرائیل پر (جو کہ توریت سے پہلے دین ابراہیمی پر تہی نزول توریت کے بیشتر ہر کہانا حلال تہا۔ (جس میں اونٹ کا گوشت اور دودہ بہی داخل ہیں) باستثناء اس کے (جسکو ابراہیم کے پوتے) یعقوب نے (مرض عرق النساء کی وجہ سے) خود اپنے اوپر (قدیم شریعت میں نذر کے ذریعہ سے) (حرام کر لیا تہا۔

لہ وردمی اثر ابن عباس فحلف ان لا یاکلہ ابدا فما ذکرہ من تحریمہ بالنذر فلیس بشی لان التحریم لم یکن بالنذر بل النذر رای العہد مع اللہ کان سببا للتحریم بالحلف کما ورد فی الحدیث المرفوع من قولہ لئن عافاہ اللہ من سقمہ لیحرمن احب الطعام والشراب الیہ کما فی ابن جریر ۱۲

(باقی آیندہ)

اِس حدیث کو عبادہؓ بن صامت کے واسطہ سے بھی روایت کیا ہے اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ جب تم بیت عتیق (کعبہ) کا ارادہ کرتے ہو تو اس میں یہ ثواب ہے کہ تم یا تمھاری سواری جو قدم بھی زمین پر رکھے یا اُٹھائے ہر ایک کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ رہا وقوف عرفہ تو اللہ تعالےٰ اسوقت اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے یہاں کیوں آئے وہ عرض کرتے ہیں کہ یہ آپکی خوشنودی اور جنت کے طالب ہو کر آئے ہیں اللہ تعالیٰ اسپر فرماتے ہیں کہ میں اپنے آپ کو اور اپنی ساری مخلوق کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخشدیا۔ اگرچہ ان کے گناہ شمار میں زمانہ کے ایام کے برابر ہوں یا ریگستان عالج کے ریت کے برابر ہوں۔ رہا کنکریاں مارنا تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ کسی شخص کو معلوم نہیں کہ نیک بندوں کے لئے اُن کے اعمال کے صلہ میں کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک مخفی طور سے تیار کیگئی ہے رہا سر مونڈنا تو جو بال بھی تمہارے بالوں میں سے زمین پر گرے گا وہ قیامت کے روز تمہارے واسطے نور ہوگا۔ اور طواف وداع کی یہ شان ہے کہ تم اُس وقت گناہوں سے ایسے (پاک صاف) نکل جاتے ہو جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اور ابوالقاسم اصبہانی نے اِس حدیث کو حضرت انسؓ کے واسطہ سے اسطرح روایت کیا ہے۔ مگر (بعض الفاظ میں تفاوت ہے چنانچہ) اُس کا عنوان یہ ہے کہ وقوف عرفات کا ثواب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرفات (میں وقوف کرنے) والوں پر نظر (عنایت) فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے بندے پریشان حال غبار آلودہ ہو کر بہت دور دراز سے آئے ہیں۔ پھر فرشتوں کے سامنے عرفات والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنی خوشی کا اظہار فرماتے ہیں۔ پس اگر تمہارے گناہ شمار میں ریگستان عالج کے ذرات کے برابر ہوں یا آسمان کے تاروں اور بارش اور سمندر کے قطروں کے

۱۷

برابر ہوں جب بھی اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہوں کو معاف فرمادیں گے رہا
کنکریاں مارنا تو یہ عمل تمہارے واسطے خدا تعالیٰ کے یہاں سخت ضرورت اور
حاجت کے وقت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے گا اور سر مونڈانے کی شان یہ
ہے کہ جو بال تمہارے سر سے گرے گا وہ قیامت کے دن تمہارے واسطے
نور ہوگا اور اس کے بعد جو بیت اللہ کا طواف کرتے ہو تو گناہوں سے پاک
ہوکر) تم اس حالت میں واپس ہوتے ہو جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے
ف۔ اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے یہ دریافت فرمانا کہ میرے بندے
یہاں کیوں آئے صرف اس واسطے ہے تاکہ مسلمانوں کی شرف اور بزرگی
کا دوسروں کی زبان سے بھی اقرار ہو جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ
معلوم ہے مگر وہ عاشق نواز ہیں اپنے عشاق کے ذرا ذرا سے کام کی قدر
فرماتے اور تمام مخلوق کے سامنے اُسکو جتلاتے ہیں کہ دیکھو میرے بندے
ایسے ہیں اور ایسے ہیں کس قدر محروم ہے وہ انسان جو ایسے قدردان
محبوب حقیقی پر بھی جان فدا نہ کرے ؎

ما نبودیم و تقاضا ما نبود　　لطفِ تو ناگفتۂ ما می شنود

(۳۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص حج کے لیے نکل کھڑا ہوا پھر (راستہ میں) مرگیا
اوسکو قیامت تک حج کرنے والے کا ثواب ملتا رہے گا۔ اور جو شخص عمرہ کے لیے نکلا
پھر مرگیا اسکو قیامت تک عمرہ کرنے والے کا ثواب ملتا رہے گا اور جو جہاد کے لئے
غازی بنکر نکلا پھر (راستہ میں) مرگیا اُسکو قیامت تک غازی کا ثواب ملتا رہیگا
اسکو ابو یعلی نے محمد بن اسحق کی روایت سے بیان کیا ہے۔ باقی سب راوی
ثقہ ہیں۔

۳۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس راستہ میں حج و عمرہ کے لئے نکل کھڑا ہوا پھر

۱۸

(حج وعمرہ کرنے سے پہلے) مر گیا اُس کا نہ حساب کتاب ہوگا نہ پیشی ہوگی اور اُس سے کہا جائے گا جنت میں جاؤ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ طواف کرنے والوں سے اپنی خوشی کا اظہار فرماتے ہیں اسکو طبرانی و ابو یعلی و دار قطنی و بیہقی نے روایت کیا ہے +

(۳۵) حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بیت اللہ اسلام کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے تو جو شخص حج و عمرہ کرے وہ خدا کی ذمہ داری میں ہے اگر مر جائے تو اللہ تعالیٰ اُسکو جنت میں داخل کر دیں گے اور اگر زندہ اپنے گھر کو لوٹا تو اللہ تعالیٰ اُسکو ثواب و غنیمت دیکر لوٹائیں گے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے +

(۳۶) حضرت جابرؓ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مکہ کے راستہ میں مر جائے خواہ جاتے ہوئے یا لوٹتے ہوئے اُس سے نہ حساب ہوگا نہ اُسکی پیشی ہوگی اور اُسکی مغفرت کر دی جائے گی۔

(۳۷) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عرفات میں ٹھہرا ہوا تھا کہ دفعۃً اونٹنی کے اوپر سے گر نے اور گردن ٹوٹنے سے مر گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور انہی دو کپڑوں میں (جو احرام کے واسطے اُس کے بدن پر تھے) کفن دیدو اور اس کا سر مت ڈھانکو نہ خوشبو لگاؤ کیونکہ یہ قیامت میں لبیک پکارتا ہوا اُٹھے گا اسکو بخاری و مسلم و ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔ ان کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ احرام کی حالت میں اونٹنی نے گرا کر اسکی گردن توڑ دی اور وہ مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسکو بیری کے پتوں اور پانی سے غسل دو اور اسی کے (احرام کے) دو کپڑوں میں کفن دیدو اور اسکو خوشبو نہ لگاؤ نہ اس کا سر ڈھانکو کیونکہ یہ

19

قیامت میں لبیک پکارتا ہوا اُٹھے گا مسلم کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسکو بیری کے پتوں اور پانی سے غسل دیں اور اس کا منہ کھولدیں اور شاید سر کھولنے کا بھی حکم دیا۔ کیونکہ وہ قیامت میں چلاتا ہوا (لبیک کہتا ہوا) اٹھے گا۔ **ف** سر کھولنا اور منہ کھولنا اِس شخص کے لئے مخصوص تھا جسکی وجہ بھی حضورؐ نے بتلادی کہ وہ لبیک پکارتا ہوا اُٹھے گا۔ چونکہ دوسروں کے متعلق بدون دلیل کے ایسا حکم نہیں لگایا جاسکتا اسلئے عام احرام والے احرام کی حالت میں مرجائیں تو اُن کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو اور مردوں سے ہوتا ہے کیونکہ موت سے عمل ختم ہوجاتا ہے اور اُس کے احکام بھی ختم ہوجاتے ہیں پس موت کے بعد احرام کے احکام باقی نہ رہیں گے حنفیہ کا یہی مذہب ہے، واللہ اعلم ۱۲۔ مترجم۔

حج اور عمرہ میں خرچ کرنے کی ترغیب

اور

جو ان میں حرام مال خرچ کرے اُس کے لئے وعید

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے عمرہ کے وقت فرمایا اے عائشہؓ! تم کو ثواب بقدر تمہاری مشقت[عہ] اور خرچ کے ملے گا اسکو حاکم نے روایت کیا اور بخاری مسلم کی شرط پر صحیح الاسناد کہا ہے اور حاکم کی ایک صحیح روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم کو تمہارے عمرہ میں بقدر نفقہ کے ثواب ملے گا۔

۲۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج میں خرچ کرنا اللہ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) خرچ کرنے کے

عہ قال المنذری النصب ھو التعب وزنا ومعنی ۱۲ منہ

مثل ہے کہ سات سوگنا ثواب ملتا ہے اسکو احمد نے اور طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور احمد کی اسناد حسن ہے۔ اور طبرانی نے اوسط ہی میں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج میں خرچ کرنا اللہ کے رستہ میں (جہاد کے لئے) خرچ کرنے کے مثل ہے کہ ایک درہم سات سؤ درہم کے برابر ہوگا۔

۳۔ عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج وعمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ اگر سوال کریں گے دیا جائے گا اگر دعا کریں گے قبول کی جائے گی اگر خرچ کریں گے اوس کا عوض مل جائے گا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے جو تکبیر کہنے والا کسی اونچی جگہ پر تکبیر کہتا۔ اور جو لا الہ الا اللہ کہنے والا کسی بلندی پر لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کے سامنے کی تمام زمین (اور درخت وغیرہ) تکبیر وتہلیل کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ زمین کے خاتمہ پر پہونچکر سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے (بیہقی)

۲۱

۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں جو مانگتے ہیں ملتا ہے جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کا عوض دیدیا جاتا ہے اور اُن کا ایک درہم دس لاکھ دراہم کے برابر ہوتا ہے (بیہقی)

۵۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حاجی کبھی مفلس محتاج نہیں ہوتا۔ قیل لجابر ما الامعار قال ما افتقر (طبرانی در اوسط و بزار) اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں

ف افسوس آجکل اہل اسلام کو اپنے افلاس وفقر کا رات دن رونا ہے۔ اور

عہ النشز بفتح النون واسکان الشین المعجمۃ وبالزای ھو المکان المرتفع ۱۲ منہ

لیڈر تو لکچروں میں اور اخباری تحریروں میں اسکی واویلا کرتے کرتے تھک گئے اور بعض بیدینوں نے مسلمانوں کے افلاس کا علاج سود دینے میں بتلایا بعض نے بیمہ کمپنیوں میں اسکی دوا بتلائی مگر آجتک کسی نے طبیب حقیقی سے رجوع کرکے علاج دریافت نہ کیا۔

مسلمانو! آؤ اور ان عطائی رہزنوں کی باتیں چھوڑ کر سردار دو عالم محبوب رب العالمین خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے افلاس و فقر کا علاج معلوم کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ افلاس و فقر کا مٹانیوالا حج وعمرہ ہے۔ مسلمانو! سب سے زیادہ سچے انسان کی بات کو آزماؤ! اور حج وعمرہ کرکے دیکھو کہ تمہارا فقر وافلاس کس طرح مٹتا اور تم کیونکر دین و دنیا کی راحت حاصل کرتے ہو۔ اسپر شاید کوئی یہ شبہ کرے کہ غریب آدمی حج کیونکر کرے گا تو میں کہونگا کہ پھر غریب آدمی کو تجارت کا سبق کس لئے دیا جاتا ہے تجارت بھی تو بدون روپے کے نہیں ہوسکتی۔ اور مسلمانوں کو سود لینے کا سبق کیوں پڑھایا جاتا ہے۔ سود لینا بھی تو روپیہ جمع کرنے کے بعد ہی ہوسکتا ہے پس غریب آدمی کو چاہیئے کہ تھوڑا تھوڑا اگر کے حج کے واسطے رقم جمع کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ مضبوط ہو کر اس کے لئے کوشش کرے گا اور اپنے زائد اسباب اور فضول چیزوں کو بیچنے میں لگے گا تو سال بھر میں یا دو تین سال میں چار سو روپیہ جمع ہو جانا کچھ مشکل نہیں ہے جو حج کے لئے کافی ہے گو سفر مدینہ کے لئے کافی نہ ہو سو مدینہ کا سفر غریب آدمی پر ضروری نہیں جب حج کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسکو فقر وافلاس سے نکالدیں گے تو دوبارہ سفر مدینہ بھی مشکل نہیں اور اگر ہمت و محبت ہو تو غریب آدمی پیادہ بھی مکہ سے مدینہ جا سکتا ہے۔

اگر سب مسلمان حج کے اہتمام میں لگ جائیں تو دعوے سے کہا جاتا ہے کہ ساری قوم افلاس سے نکل جائے گی مگر مناسب یہ ہے کہ حج میں نیت صرف یہی رہے کہیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے افلاس دفع کرنے کی نیت نہ کی جائے کہ وہ تو خود بخود

دفع ہوجائے گا۔ کیونکہ حج وعمرہ کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے افلاس رفع ہوجاتا ہے خواہ اسکی نیت کیجائے یا نہ کیجائے۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے ساتھ مسلمانوں کی دنیوی راحت کا بھی انتظام کیا گیا ہے شریعت کے جتنے احکام ہیں وہ دین و دنیا دونوں کو درست کرنے والے ہیں مگر اصلی مقصود خدا کو راضی کرنا ہے دنیا کی منفعت اسکی باندی بنکر ساتھ ساتھ آجاتی ہے احکام شرعیہ سے اصلی مقصود دنیا نہیں ہے خوب سمجھ لو۔ ۱۲ مترجم۔

۲۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حاجی حج کے واسطے پاک مال لیکر چلتا ہے اور رکاب[ؔ] میں پیر رکھہ کر لبیک اللہم لبیک پکارتا ہے تو آسمان سے ایک پکارنیوالا اوسکو جواب دیتا ہے۔ لبیک وسعدیک. تیرا توشہ حلال اور سواری بھی حلال ہے۔ اور تیرا حج بھی مقبول ہے جس سے کوئی گناہ نہیں رہا ۲۳ اور جب خبیث حرام مال لیکر چلتا اور رکاب میں پیر ڈالکر لبیک اللہم لبیک پکارتا ہے تو آسمان سے ایک پکارنیوالا جواب دیتا ہے کہ تیری لبیک قبول ہے اور نہ تیری امداد کی جائے گی۔ تیرا توشہ بھی حرام۔ تیرا نفقہ بھی حرام اور تیرا حج بھی مردود۔ اور تیرے واسطے وبال جان ہے (طبرانی در اوسط) اور اصبہانی نے اسکو اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

ف حج میں حرام مال سے بچنے کی پوری کوشش کرنا چاہئے اگر کسی کے پاس حلال مال نہو تو کم از کم یہ صورت کرے کہ کسی ہندو سے رقم قرض لے لے اور اسکو اپنی رقم سے الگ رکھے اور ایک دو دن کے یا ایک دو گھنٹہ کے بعد اپنے پاس کی رقم سے اس کا قرض ادا کردے اس طرح حج میں حلال رقم ہی ساتھ رہیگی

ؔ الغرز بفتح الغین المعجمة وسکون الراء بعدها زاي هو رکاب من جلد ۱۲ منہ

فان الکفار غیر مخاطبین بالفروع فکل ما عندھم من غیر سرقۃ وغصب حلال لنا واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ - منہ

رمضان میں عمرہ کرنے کی ترغیب

۱- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا تو ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرادو - اُسنے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی سواری نہیں ہے جسپر تمکو حج کے لیے لیجاؤں عورت نے کہا تمہارے پاس وہ ایک اونٹ تو (زائد) ہے اُسپر مجھے لیجلو! کہا وہ تو اللہ کے راستہ میں وقف کردیا گیا ہے - پھر یہ شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری بیوی حضور کی جناب میں سلام عرض کرتی ہے اور اُس نے مجھ سے یہ درخواست کی تھی کہ آپکے ساتھ حج کرے میں نے کہا میرے پاس تمہارے لئے کوئی سواری نہیں اُسنے کہا وہ اونٹ تو ہے مجھے اُسپر حج کرادو - میں نے کہا وہ تو اللہ کے راستہ میں وقف کردیا گیا ہے - حضور نے فرمایا اگر تم اپنی بیوی کو اس اونٹ پر حج کرادوگے تو یہ (کام) بھی اللہ کے راستہ ہی میں ہے اس کے بعد اُسنے کہا کہ میری بیوی نے یہ بھی کہا تھا کہ آپسے یہ دریافت کروں کہ آپ کے ساتھ حج کرنے کے برابر کونسا عمل ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکو میری طرف سے السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنا اور بتلادینا کہ رمضان میں عمرہ کرنا - میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے (ابوداؤد وصحیح ابن خزیمہ) دونوں نے پورا قصہ بیان کیا ہے اور الفاظ ابوداؤد کے ہیں اور اخیر کا حصہ دونوں میں (لفظاً بھی) برابر ہے اور بخاری ونسائی وابن ماجہ نے مختصراً

تو معلوم ہوا کہ وہ تو بڑا پکا پُرانا چور ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے بہت کچھ ہمارے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ لیکن جب کوئی حد سے نکلجاے تو وہ رسوا بھی کر دیتا ہے۔

پس جو دوسرے کے حال سے عبرت نہ پکڑے گا آخر اوس کا بھی ایک دن یہی انجام ہوگا۔ غرض یہ تو ثابت ہوگیا کہ یہ حکم بالکل مصلحت اور طبیعت کے موافق ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم میں یہ مرض ہے یا نہیں تو اگر ذرا بھی اپنی حالت کو غور سے دیکھیں تو معلوم ہو کہ بہت زیادہ ہم اس بلا میں گرفتار ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ کسی بات میں دوسروں کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑتے۔ مگر میں اس وقت ایک خاص بات کو بیان کرتا ہوں۔ آپ نے سنا ہوگا کہ جگہ جگہ اس وقت طاعون ہے۔ بلکہ اخباروں میں بھی ضرور پڑھا ہوگا۔ کیونکہ آپ لوگوں نے اخبار تو ایک مشغلہ بنا لیا ہے۔ میں نے ایک مرتبہ اخبار کے متعلق ایک مضمون لکھدیا تھا جسمیں یہ بتلایا تھا کہ کس صورت میں اخبار کا دیکھنا جائز ہے اور کس صورت میں نا جائز ہے اخبار والوں نے اس مضمون کو بلا دیکھے ہی وہ شور و غل مچایا کہ خدا کی پناہ اور مشہور کر دیا کہ لو اخبار دیکھنا بالکل حرام کر دیا۔ میں نے کہا کہ اسوقت تک تو میں نے اخبار دیکھنے کے بارے میں سخت حکم نہیں دیا تھا مگر اب میرے پاس ایک دلیل بھی ہے۔ سختی کرنے کی کہ اخبار والے تہمت بھی لگاتے ہیں۔ واقعی اخباروں کی یہی حالت ہے کہ اکثر باتیں بے تحقیق اٹکل ہی سے لکھدیتے ہیں۔ صاحبو! اخبار بھی ایک قسم کی تاریخ ہے۔ اگر خبر لکھنے میں احتیاط برتی جائے تو کیا حرج ہے۔ اور تاریخ بہت مفید چیز ہے خدا تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ کہ پہلی امتوں کے قصے اس واسطے نقل کیے جاتے ہیں کہ لوگ عبرت پکڑیں۔ عبرت کا خلاصہ یہی ہے کہ یہ سوچیں کہ فلاں شخص نے ایسا کیا تھا۔ اوسکو یہ نتیجہ ملا ہم اگر ایسا کریں گے تو ہمکو بھی یہی نتیجہ ملے گا۔ یہ حقیقت ہے عبرت کی۔ اسکی وجہ سے تاریخ کا علم مفید ہوا ہے

پس اگر اخبار سے بھی یہی سبق حاصل کریں تو وہ فائدہ کی چیز ہے ورنہ بیکار ہے۔ اب دیکھ لیجئے کہ کون شخص یہ سبق حاصل کرتا ہے اکثر لوگ مسلمانوں کی مصیبت سنتے تو ہیں مگر کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ اب دیکھ لیجئے کہ دوسری جگہوں سے طاعون کی خبریں سننے میں آ رہی ہیں۔ اخباروں میں بھی دیکھتے ہیں۔ مگر ننانویں ننانوے آدمی ایسے ہیں کہ جن کے دل پر ویسا اثر ہوتا ہو۔ جیسا اپنی بستی کے اندر طاعون ہونے سے ہوتا ہے۔ جب دوسروں کی تکلیف کو سنکر ہمارا دل نہ دکھا تو ہم آدمی نہیں۔ اب ہم نے اخبار کو جس غرض سے اختیار کیا ہے اوس کا خلاصہ گھر پھونک تماشا دیکھنا ہے کہ دوسرے کا گھر جلے اور ہم بیٹھکر ہاتھ تاپیں کیونکہ اخبار صرف اس لئے دیکھتے ہیں کہ خالی وقت کا مشغلہ ہو اور دل بہلے اگر اخبار نہ دیکھتے تو یہ تو نہ ہوتا کہ ہم نے مسلمانوں کی مصیبت کو مشغلہ بنا رکھا ہے اور سبق حاصل کرتے تو یہ سبق حاصل کرتے کہ اونکی مدد کریں۔ سو یہ تو بہت کم لوگوں کے دل میں آتا ہے۔ ہاں یہ سبق حاصل کرتے ہیں کہ فلاں جگہ کے لوگوں نے صفائی نہیں رکھی اس لئے وہاں طاعون پھیلا مگر اس سے بڑھکر اور بات بھی ہے جس کی ابھی آپ کو ہوا بھی نہیں لگی مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ یونان والوں کی حکمت کہاں تک پڑھو گے اب کچھ ایمان والوں کی بھی حکمت پڑھ لو۔ یونان والوں کی حکمت سے جسمانی حکمت مراد ہے۔ کہ اسپر تو آپ کی نظر جاتی ہے مگر روحانی حکمت پر نظر نہیں جاتی۔ یہ تو معلوم کر لیا کہ ہوا کے صاف نہ ہونے سے طاعون ہوا مگر یہ بھی تو بتلایئے کہ ہوا کے صاف نہ ہونے کا کیا سبب ہے آپ نے طاعون کا سبب تو دیکھا کہ ہوا خراب ہو گئی تھی مگر سبب کا سبب نہ دیکھا کہ ہوا کیوں خراب ہوئی۔ ہم ڈاکٹروں اور حکیموں کو جھٹلاتے نہیں مگر یہ دکھلاتے ہیں کہ انکی نظر اصل سبب پر نہیں جاتی اسکی مثال یوں سمجھو کہ ایک شخص قلم سے لکھ رہا ہے چند چیونٹیوں نے دیکھا ایک نے تو کہا کہ یہ حرف خود بخود بن رہے ہیں۔ دوسری جبکی نظر کچھ آگے تک پہونچی

اوس نے کہا کہ نہیں بلکہ قلم چل رہا ہے۔ تیسری جسکی نظر اوس سے بھی آگے تھی کہنے
لگی کہ قلم خود نہیں چل رہا بلکہ وہ انگلیوں میں ہے انگلیاں اوسکو چلا رہی ہیں
چوتھی جسکو پورا علم تھا اوس نے کہا کہ اونگلیاں خود بخود نہیں چل رہیں بلکہ انسان کا
ارادہ اسکو چلا رہا ہے۔ اب بتلایئے کہ ان میں صحیح رائے کس کی ہے اور اصل
چیز پر کسکی نظر ہے۔ ظاہر ہے کہ جس نے ارادہ کا پتہ چلا لیا اوسی کی نظر اصل
پر پہونچی ہے۔ باقی سب کوتاہ نظر ہیں۔ ایک بزرگ۔ مثال کے طور پر کہتے
ہیں کہ دیوار نے کھونٹی سے کہا کہ تو مجھے کیوں پھاڑتی ہے کھونٹی نے
جواب دیا کہ میرا کیا بس ہے اوس سے کہو جو مجھے ٹھونکتا ہے۔ دوسری مثال
لیجیے کہ کسی شخص کو پھانسی ہوگئی کسی نے پوچھا کیونکر ہوئی ایک نے کہا کہ
چمڑے سے گلا گھونٹ دیا گیا دوسرے نے کہا کہ احمق اصل سبب یہ ہے
کہ حاکم نے حکم دیا تھا تیسرے نے کہا کہ حاکم نے حکم اسلئے دیا تھا کہ اوس نے
ڈکیتی کی تھی تو حقیقت سے واقف یہ تیسرا شخص ہے کہ اس نے حاکم کے حکم کو بھی دیکھا
اور مجرم کے قصور کو بھی دیکھا بس یہی فرق ہے ظاہر کے دیکھنے والوں میں
اور حقیقت کے دیکھنے والوں میں تو یہ بھی سچ ہے کہ موت پھانسی کے پھندے
سے ہوئی اور طاعون ہوا کے زہریلی ہونے سے ہوا مگر یہ بھی تو دیکھو کہ ہوا زہریلی
کیوں ہوئی سو اسکی وجہ یہ ہے کہ حاکم حقیقی نے اوس میں زہر کا مادہ پیدا کر دیا
اور اوس کے پیدا کرنے کا سبب مخلوق کے گناہ ہوئے تو صرف چوہوں کے
مارنے پر کفایت نہ کرنی چاہیے بلکہ جن گناہوں کی وجہ سے طاعون ہوا تھا اونکو
بھی چھوڑنا چاہیے اور ایک طاعون کیا جتنی بھی مصیبتیں آتی ہیں سب گناہوں کی
وجہ سے آتی ہیں خدا تعالیٰ فرماتے ہیں مَآ اَصَابَکُمۡ مِّنۡ مُّصِیۡبَۃٍ فَبِمَا
کَسَبَتۡ اَیۡدِیۡکُمۡ۔ کہ جو کچھ بھی مصیبت تمکو پہونچتی ہے وہ تمہارے گناہوں
کی وجہ سے ہے۔ اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ مولویوں پر جو یہ اعتراض
کیا جاتا ہے کہ یہ ہر مصیبت میں گناہوں کو سبب بتاتے ہیں اور ظاہری اسباب

کو نہیں مانتے سو یہ اعتراض بالکل غلط ہے وہ اسباب سے بے خبر نہیں بلکہ سبب کے ساتھ سبب کے سبب کو بھی دیکھتے ہیں اس لیے کہتے ہیں کہ جو مصیبت آتی ہے گناہوں کی وجہ سے ہی آتی ہے۔ ہوا۔ آگ۔ پانی سب خداتعالےٰ کے حکم کے تابع ہیں اونکو جب جیسا حکم ہوتا ہے ویسا کرتے ہیں ایک کافر بادشاہ نے بہت سے مسلمانوں کو آگ میں ڈالدیا تھا کیونکہ وہ لوگ بُت کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے تھے آخر ایک عورت کو لایا گیا اور اس سے بھی سجدہ کرنے کو کہا گیا تو اوس نے بھی انکار کیا اوسکی گود میں ایک بچہ تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ اوسکی گود سے بچہ لیکر آگ میں پھینکدیا جائے۔ اوس کے کہنے سے بچہ پھینک دیا گیا۔ اب اوس عورت سے ضبط نہو سکا قریب تھا کہ وہ عورت سجدہ کرے کہ لڑکے نے آواز دی کہ ماں خبردار میں یہاں بڑے آرام سے ہوں تو بھی یہیں چلی آ۔ وہ عورت آگ میں کود پڑی اس کے بعد اس نے اوروں سے کہنا شروع کیا کہ یہاں آؤ۔ یہاں آؤ۔ بہت بڑا عجیب باغ ہے پھر تو یہ حالت ہوئی کہ لوگ بیقرار ہوکر اوس میں کودنے لگے سپاہی روکتے تھے لوگ برابر آگ میں کودتے جاتے تھے جب بادشاہ نے یہ حالت دیکھی تو غصہ ہوکر آگ سے کہنے لگا کہ اے آگ کیا تو آگ نہیں رہی یا تجھ میں جلانے کی قوت نہیں رہی۔ آگ نے جواب دیا کہ میں وہی آگ ہوں میری تاثیر نہیں بدلی تو اندر آ تو میرے جلانے کا تماشا دیکھے باقی ان کو کیونکر جلاؤں۔ جب خداتعالےٰ کا حکم نہیں ہے۔ میں اوسکی تلوار ہوں۔ تلوار کاٹتی ہے مگر جس کے ہاتھ میں ہے اوس کے چلانے سے کاٹتی ہے بغیر چلائے تلوار کس طرح کاٹ سکتی ہے۔ اسی طرح آب و ہوا خدا کے حکم سے زہریلی ہوجاتی اور ہلاک کردیتی ہے۔ حضرت مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ جب تک ہوا کو خداتعالےٰ کا حکم نہو اوسوقت تک وہ بارش نہیں کرسکتی۔ اور زمین کو جب تک حکم نہو ایک دانہ بھی نہیں نکال سکتی۔ تو مصیبتوں میں اصلی سبب گناہ ہیں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ بھی مصیبت آتی ہے وہ ہماری ہی گستاخی اور بیباکی سے

آتی ہے تو جب غم کی بات دیکھو فوراً توبہ کر لو۔ دیکھئے کیا عمدہ تعلیم ہے اور کیا عجیب بات ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تم حاکم کی طرف سے کوئی ناگوار بات دیکھو تو ان کو برا مت کہو (قربان جائیے حضورؐ کی تعلیم پر کہ فضول باتوں سے کیسا روک دیا ہے) پھر اوسکی وجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرماتے ہیں کہ حاکموں اور بادشاہوں کے دل میرے اختیار میں ہیں اگر آرام چاہتے ہو تو میری تابعداری کرو اور مجھ سے معاملہ درست رکھو میں اون کے دل نرم کردوں گا۔ ایکمرتبہ کانپور میں طاعون ہوا لوگوں نے چاہا کہ ایک جلسہ کریں اور حاکم ضلع سے درخواست کریں کہ نیا قانون جو طاعون کے متعلق ہے اوٹھا دیا جائے مجھکو بھی اس جلسے میں شریک کرنا چاہتے تھے میں نے انکار کر دیا مگر جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو میں نے کہا کہ اچھا میں دیوان حافظ میں فال دیکھتا ہوں۔ یہ دیکھنا اس وجہ سے نہ تھا کہ میرا یہ اعتقاد تھا کہ فال کے موافق ہونا ضروری ہے یا میں فال کی تاثیر کو مانتا تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ دیوان حافظ رح میں اکثر مناسب اور مفید باتیں نکل آتی ہیں۔ اس لیے میں نے اوسکو دیکھا تو اوس میں یہ شعر نکلا ؎

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش — رموز مصلحت ملک خسرواں دانند

یعنی اپنے ملک کی مصلحت اور تدبیر بادشاہ جانتے ہیں۔ تم فقیر ہو۔ گوشہ میں بیٹھنے والے تم اسکو کیا جانو۔ تم خواہ مخواہ کی گڑبڑ کیوں کرتے ہو میں نے ان سے کہا کہ بھائی اب تم بھی نہ بولو بس خدا کے سپرد کرو۔ اور اللہ اللہ کیا کرو۔ اور عصر کے بعد لاحول کی تسبیح پڑھا کرو۔ اور اتفاق سے میرے منہ سے یہ بھی نکل گیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہفتہ دو ہفتے کے اندر ہی سب پریشانی رفع ہو جائے گی۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ حاکم ضلع نے خود ہی رپورٹ کی کہ ان نئے قانونوں سے لوگوں کو تکلیف ہے ان کو اٹھا لیا جائے

سو وہ تمام موقوف ہو گئے۔ لوگ بہت خوش ہوتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ صاحب سب کام ٹھیک ہو گیا میں نے کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تدبیر نہ چلتی۔ صاحبو! اگر ہم عمل کریں تو دنیا کی راحت بھی شرع کی ہی تعلیم میں ہے۔ تو حضور نے فضول باتوں سے یہاں تک روکا کہ حاکموں کو بھی برا نہ کہو۔ غرض سب مصیبتوں کی وجہ یہ ہے کہ خدا کو ناراض کر رکھا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب قوم میں زنا یعنی حرام کاری زیادہ ہوگی اوس میں طاعون ہوگا۔ اور اس طاعون کا ایک دوسرا سبب بھی ہے اگرچہ بعضی باتیں ظاہر کرنے کی نہیں ہوتیں مگر اس لئے ظاہر کئے دیتا ہوں کہ شاید اسکو سنکر لوگ اپنی حالت درست کریں۔ تین چار سال ہوئے جب تھانہ بھون اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں طاعون ہوا تھا تو طاعون سے کچھ پہلے میں ایک روز اخیر رات میں بیٹھا ہوا تھا کہ دل میں یہ آیت واقع ہوئی۔ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ۔ یعنے ہم اس بستی والوں پر عذاب آسمان سے نازل کرنے والے ہیں اون کے فسق۔ اور بدکاری کیوجہ سے یہ آیت لوط علیہ السلام کی قوم کے بارے میں ہے۔ اشارہ اس طرف تھا کہ آجکل بھی لوگوں کی لڑکوں سے تعلق رکھنے میں وہی حالت ہو گئی ہے جو قوم لوط کی تھی اسلئے عذاب نازل ہوگا۔ میں نے اسکو وعظ میں بیان کیا۔ لیکن یہ نہیں کہا کہ مجھکو ایسا معلوم ہوا ہے بلکہ یہ کہا کہ ایک شخص کو یہ الہام[۵] ہوا ہے مگر لوگوں نے توجہ نہ کی اور طاعون پھیلا۔ غرض ایک سبب طاعون کا وہ گناہ بھی نکلا جو قوم لوط میں تھا۔ اِس وقت لوگوں میں یہ مرض بہت زیادہ پھیل رہا ہے کوئی تو خاص اصلی ہی گناہ میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی اون گناہوں میں جو اوس کا وسیلہ اور ذریعہ ہیں جیسا کہ اجنبی لڑکے یا اجنبی عورت پر نظر کرنا۔ حدیث میں ہے کہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور دنا

دنیا کی راحت بھی شریعت کی تعلیم میں ہے

طاعون کا ایک سبب فعل قوم لوط کا ارتکاب ہے

۱۰

زنا و لواطت کا مرض بہت عام ہو گیا ہے

[۵] الہام دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات واقع ہونا ۱۲۔

اون کا دیکھنا ہے اور ہاتھ بھی زنا کرتا ہے اور زنا اوس کا ہاتھ لگانا ہے۔ اور زبان بھی زنا کرتی ہے اور زنا اوس کا باتیں کرنا ہے۔ اور دل آرزو اور خواہش کرتا ہے تو زنا میں ہاتھ لگانا بری نگاہ سے دیکھنا سب داخل ہو گئے یہاں تک کہ جی خوش کرنے کے لئے کسی خوبصورت لڑکے یا لڑکی سے باتیں کرنا یہ بھی زنا اور لواطت میں داخل ہے اور دل کا گناہ سوچنا ہے جس سے لذت حاصل ہو تو جتنی قسمیں زنا کی ہیں اوتنی ہی لواطت کی بھی ہیں اس بلا میں اکثر لوگ پھنسے ہوئے ہیں اور یہ نہایت ہی افسوس اور رنج کی بات ہے حالانکہ پیدایشی طور پر طبیعت عورت کی طرف راغب ہوتی ہے مگر لوگ پھر بھی لڑکوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور وجہ اسکی زیادہ یہ ہے کہ عورت سے ملنے میں بدنامی ہو جاتی ہے دوسرے عورت ملتی بھی مشکل سے ہے اور لڑکے سے ملنے میں زیادہ بدنامی کا بھی اندیشہ نہیں ہوتا۔ اور ملتے بھی آسانی سے ہیں۔ خاصکر دیکھنا اور سوچنا تو اسلئے بھی آسان ہے کہ اسکی کسی کو خبر بھی نہیں ہوتی اور یہ سب بدکاری میں داخل ہے اور نہایت افسوس ہے کہ مرض ناک جہانتک کا اکثر پرہیزگاروں میں بھی ہے اور اونکو دھوکہ اس سے ہو جاتا ہے کہ وہ بعض وقت شروع میں اپنی طبیعت میں شہوت کا اثر نہیں پاتے اور اس سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نظر شہوت کیوجہ سے نہیں لیکن بعد میں بہت جلد شہوت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اسلئے پہلے ہی سے احتیاط واجب ہے۔

صاحبو! امام ابو حنیفہ رح سے بڑھکر تو آجکل کوئی بزرگ پاک نفس نہیں ہو گا مگر دیکھیئے کہ امام محمد کو امام صاحب نے اول دفعہ تو دیکھا لیکن جب معلوم ہوا کہ ان کے ڈاڑھی نہیں آئی تو یہ حکم کر دیا کہ جبتک ڈاڑھی نہ نکل آئے پیٹھ کی طرف بیٹھا کرو۔ دونوں طرف دیندار پرہیزگار مگر احتیاط اتنی بڑی مدت دراز کے بعد ایک مرتبہ اتفاق سے امام صاحب کی نظر پڑ گئی تو تعجب سے پوچھا کہ کیا تمہارے ڈاڑھی نکل آئی تو جب امام ابو حنیفہ رح نے اس قدر

احتیاط کی تو آج کون ہے کہ وہ اپنے اوپر اطمینان کرے تو اس آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ لوگوں کے اس عمل سے عذاب نازل ہونے کو ہے۔ میں نے روکا مگر کون سنتا ہے جب اس بیہودہ کام کی عادت پڑ جاتی ہے تو کم ہمتوں سے بڑی مشکل سے چھوٹتا ہے۔ ہاں اگر ہمت کیجائے اور پکا ارادہ کرے تو چھوٹ ہی جاتا ہے کیونکہ بعض گناہ تو ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں ایک حد تک مجبوری بھی ہو سکتی ہے جیسے غریب آدمی کا رشوت لینا کہ اگر نہ لے تو ظاہر میں اوس کے کام اٹکتے ہیں۔ اور اس میں تو کوئی ایسی مجبوری بھی نہیں کہ کوئی کام ایسا اٹکا ہو۔ پس اس میں تو تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے کیونکہ اس میں زیادہ سے زیادہ تھوڑی سی تکلیف نفس کو ہوگی۔ کوئی نقصان تو نہیں ہوگا تو اس کا چھوڑ دینا ہمت والے کے لئے بہت آسان ہے ہمت والوں نے تو خدا کی راہ میں جانیں تک دیدی ہیں بہت سے ایسی ہمت والوں کے واقعے سنے گئے

کہ اونہوں نے تمام عمر کی افیون کی عادت چھوڑ دی۔ حضرت مولانا گنگوہی رح کے پاس ایک شخص آیا اور مرید ہونے کی درخواست کی۔ مولانا نے اوسکو مرید کر لیا اور تمام گناہوں سے اور کفر و شرک و بدعت وغیرہ سے توبہ کرا دی جب مرید کر چکے تو وہ دیہاتی کہنے لگا کہ مولوی جی اور تم نے افیم (افیون) سے تو توبہ کرائی ہی نہیں۔ مولانا رح نے فرمایا کہ بھائی مجھے کیا خبر تھی کہ تو افیون بھی کھاتا ہے اچھا جسقدر تو افیون روزانہ کھاتا ہے اوسکی گولی بنا کر میرے ہاتھ پر رکھدے اوس نے گولی بنا کر مولانا کے ہاتھ پر رکھدی مولانا رح نے اوسکو دیکھا اور اسمیں سے تھوڑا سا حصہ لیکر اس سے کہا کہ اس قدر کھا لیا کر۔ مقصود یہ تھا کہ آہستہ آہستہ چھڑا دی جائے گی۔ مگر جب دل میں خدا کی محبت آتی ہے تو افیون کیا سلطنت بھی چھوٹ جاتی ہے اوس نے کہا کہ مولوی جی اب کیا کھاؤں گا۔ اور یہ کہکر افیون کی ڈبیہ جیب سے نکالی اور بہت دور پھینکدی۔ پھر ہو تکر افیون کا تقاضہ ہوا مگر اوسنے نہیں کھائی آخر دست لگے مولانا رح کے پاس کہلا کر بھیجا کہ مجھے دست لگ رہے ہیں

(باقی آیندہ)

آن صد چندانی ای صادق ولیک | شرح کن این را بیان کن نیک نیک
آنچنان کہ فاضل و مرد فضول | چون بگوشش در رسد آرد قبول
آنچنانش شرح کن اندر کلام | کہ ازان ہم بہرہ یابد جانِ عام
ناطقِ کامل چو خوان باشی بود | بر سرِ خوانش ز ہر آشے بود
کہ نماند ہیچ مہماں بے نوا | ہر کسے یابد غذائے خود جُدا
ہمچو قرآن کہ بمعنے ہفت توست | خاص را و عام را مطعم دروست ۶۵
گفت این بارے یقین شد پیش عام | کہ جہان در امر یزدانست رام
ہیچ برگے در نیفتد از درخت | بے قضا و حکم آن سلطان بخت
از دہان لقمہ نشد سوے گلو | تا نگوید لقمہ را حق کادخلوا
میل و رغبت کان زمام آدمی ست | جنبش و آرام امر آن غنی است
در زمینہا و آسمان ہا ذرہ | پر نجنباند نگردد پرّہ

جز بفرمان قدیم نافذش — شرح نتوان کرد و جلدی نیست خوش

که اثمر و برگ و درختان را تمام — بے نہایت کے شود در نطق رام

اینقدر بشنو که چون کلی کار — می نگردد جز بامر کردگار

چون قضائے حق رضائے بنده شد — حکم او را بندۂ خواہنده شد

بے تکلف نے پئے مزد و ثواب — بلکه طبع او چنین شد مستطاب

زندگی خود نخواہد بہر خود — نے پئے ذوق حیات مستند

ہر کجا امر قدم را مسلکے است — زندگی و مردگی پیشش یکے است

بہر یزدان می زید نے بہر گنج — بہر یزدان می مرد نز خوف و رنج

ہست ایمانش برائے خواہ او — نے برائے جنت و اشجار و جو

ترک کفرش ہم برائے حق بود — نے ز بیم آنکه در آتش شود

اینچنین آمد ز اصل آن خوئے او — بے ریاضت نے ز جست و جوئے او

انکہان خندند کہ او بیند رضا	ہمچو حلوائے شکر او را قضا
بندۂ کش خوی و خصلت این بود	نے جہان بر امر و فرمانش رود
پس چرا لابہ کند او یا دعا	کہ بگردان اے خداوند این قضا
مرگ او و مرگ فرزندان او	بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
نزع فرزندان بر آن بیوفا	چون قطائف پیش شیخ بینوا
پس چرا گوید دعا الا مگر	در دعا بیند رضائے دادگر
آن شفاعت و ان دعا نز رحم خود	میکند آن بندۂ صاحب رشد
رحم خود را او ہماندم سوختہ است	کہ چراغ عشق حق افروختہ است
دوزخ اوصاف او عشق ست او	سوخت مر اوصاف او را مو بمو
ہر طروقے این فنرقے کے شناخت	جز دقوقی کو درین دولت نتافت

اوپر مولانا نے رضا بالقضا کی ہدایت فرمائی تھی۔ اب ان اہل اللہ کی حالت بیان فرماتے ہیں جو قضا الٰہی پر رضامند ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اب ان سالکین کی حالت سنو۔

جو عام کے کسی تصرف کی بابت کوئی مزاحمت نہیں کرتے۔ تفصیل اسکی یہ ہے کہ اہل اللہ
دو قسم کے ہیں ایک تو وہ اولیاء ہیں جو دعا کو مانتے ہیں اور اپنی دعاؤں سے
عالم میں مختلف تصرف کرتے ہیں کبھی ایک شے کو بناتے ہیں اور کبھی بگاڑتے ہیں
یہ تو اور لوگ ہیں ہماری گفتگو کا تعلق ان سے نہیں ہے۔ اور ہیں اہل اللہ ہیں۔
کچھہ ایسے لوگ بہی جانتا ہوں جنہوں نے اپنے منہ کو دعا سے بند کر رکہا ہے
اور وہ از خود اپنی غرض سے کبھی دعا نہیں کرتے۔ تسلیم و رضا چونکہ ان بزرگونکو
حاصل ہے اسلئے طلب دفع قضا اون کے نزدیک عملاً حرام ہے۔ گو اعتقاداً
حرام نہیں جانتے۔ کیونکہ شریعت سے اسکی اجازت حاصل ہے اور عملاً حرام
ہونیکا یہ مطلب ہے کہ وہ اس سے یوں بچتے ہیں جس طرح کہ حرام اشیاء سے
بچا کرتے ہیں اونکو قضائے الٰہی میں ایک خاص مزہ ملتا ہے۔ اس لئے اونکے
نزدیک اوس سے رہائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا طبعاً ایسا ہی ناپسندیدہ ہے
جیساکہ شرعاً و عقلاً کفر۔ اونکو حق سبحانہ کے ساتھہ ایسا حسن ظن حاصل ہے
کہ وہ کسی غم سے ماتمی لباس نہیں پہنتے۔ بلکہ اونکو جو کچھہ پیش آتا ہے وہ اونکو اچھا ہی
معلوم ہوتا ہے۔ اور آگ بہی ہوتی ہے تو اون کے لئے آب حیات ہوتی ہے اونکے
گلے میں زہر بھی یوں ہی مزہ سے اوترتا ہے جیسے شکر اور اون کے رستہ میں
اگر پتہر بہی آتا ہے تو وہ اوسکی ویسی ہی قدر کرتے ہیں جیسے موتی کی غرض کہ
بھلائی اور برائی مصیبت و راحت خوشی و غم بحیثیت قضاء الٰہی ہونے کے
اونکی نظر میں سب یکساں ہیں۔ یہ کیوں محض اس لئے کہ حق سبحانہ کے ساتھ
وہ حسن ظن رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ اسی کا نتیجہ ہے
کہ دعا کرنا اور کہنا کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے اونکو طبعاً یوں ہی ناپسند
ہے جس طرح کہ شرعاً و عقلاً کفر چنانچہ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقیر سے
کہا کہ جناب والا مجھے مطلع فرمائیں کہ حضور کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا کہ اسکے
مزاج کی حالت کیا پوچھتے ہو جسکی یہ حالت ہو کہ عالم کا کاروبار ہمیشہ اوسکی

۲۶۸

باسانید متعددۃ تکلم فی بعضھا وقرر بعضھا فقال اخرجہ الخرائطی والدیلمی وغیرھما ولفظہ عند بعضھم من عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شھید ولہ طرق عند البیھقی

سندوں کے ساتھ وارد کیا ہے جن میں سے بعض میں کلام کیا ہے اور بعض کو برقرار رکھا ہے چنانچہ (جسکو برقرار رکھا ہے اوسکے متعلق) کہا ہے کہ اسکو خرائطی اور دیلمی نے اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی روایت کیا ہے اور حدیث کے لفظ ان مذکورین میں بعض کے نزدیک یہ ہیں کہ جو شخص عاشق ہو جاوے پھر عفیف رہے اور پوشیدہ رہے اور صبر کرے پھر مر جاوے تو وہ شہید ہوتا ہے۔ اور بیہقی کے نزدیک اسکے چند طرق ہیں۔

ف فیہ مسئلتان الاولی ان العشق من غیر اختیار لا یذم مطلقا کیف وھو یفضی الی الشھادۃ

ف اس حدیث میں دو مسئلے ہیں پہلا یہ کہ عشق غیر اختیاری مطلقاً مذموم نہیں (جیسا بعض خشک مزاج اسکو عیوب میں سے اور عاشق کو حقیر و ذلیل سمجھتے ہیں) اور مذموم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ شہادت تک پہونچاتا ہے اس طرح سے کہ کسی کے فعل کو اس میں دخل نہیں اور ایسی چیز (جو بدون کسی کے فعل کے دخل کی شہادت تک

۱۲۵ عاصمۃ العشق عن ذم

من غير صنع احد ومثله
لا يذم ومن ثم
ترى بعض اهل
الطريق يمدحونه
ويجعلونه مما يوصل
الى المقصود كما قال
العارف الجامی ؎
متاب از عشق رو گرچہ مجازیست
کہ آن بہر حقیقت کارسازیست
وكما قال الرومی ؎
عاشقی گرزین سر و گرزان سرست
عاقبت مارا بدان شہ رہبرست
وفي الحديث
ما يستأنس به
له لان الشهادة
اعظم الوصول
الى الله تعالى
والثانية
ان شرط
كونه
محمودا وموصلا

پہونچاوے) مذموم نہیں ہوسکتی (یہ قید
اسلئے لگائی کہ مطلقاً سبب شہادت کو
غیر مذموم نہیں کہہ سکتے چنانچہ کافر کا
کسی مسلمان کو قتل کردینا اسباب شہادت
سے ہے اور پھر مذموم ہے) اور اسی وجہ سے
بعض اہل طریقت کو دیکھتے ہو کہ وہ
اس عشق کی مدح کرتے ہیں اور اسکو
اسباب وصول الی المقصود میں سے
کہتے ہیں جیسا کہ عارف جامی فرماتے
ہیں ؎
متاب از عشق رو گرچہ مجازیست +
کہ آن بہر حقیقت کارسازیست +
اور جیسا عارف رومی فرماتے ہیں ؎
عاشقی گرزین سر و گرزان سرست +
عاقبت مارا بدان شہ رہبرست +
اور اس حدیث کا مضمون اس کے مناسب
بھی ہے اس لئے کہ شہادت وصول الی اللہ
کی فرد اعظم ہے (پس شہادت کا سبب
بنجانا وصول الی اللہ کا سبب بنجانا ہی)
دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس عشق کے
محمود و موصل الی المقصود ہونے کی

هو العفاف والکتمان
والصبر وحاصل الجمیع
ترك الهوی وصرح
المحققون بأن شرط
ایصال العشق المجازی
الی العشق الحقیقی
ان لا یلتفت الی
المعشوق المجازی
اصلا لا بالنظر الیه
ولا بالاستماع الی کلامه
حتی ولا بالتوجه الیه بقلبه
وهو المراد بما قال الجامی
بعد قوله المار متصلا ؎

ولے باید کہ بر صورت نہ مانی
وزیں پل زود خود را بگذرانی

وبما قال الرومی بعد قوله
المار لشیٔ من الفصل ؎

عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

والسر فیه ان اقوی اسباب
الوصول الی المقصود الحقیقی

شرط عاشق کا عفیف رہنا اور اس کا
اخفا اور صبر کرنا ہے اور ان سب کا
حاصل یہ ہے کہ ہوائے نفسانی کا تارک
رہے اور (اسی کی تفصیل میں) محققین
نے تصریح کی ہے کہ عشق مجازی کا عشق
حقیقی کی طرف موصل ہونا اس شرط
سے مشروط ہے کہ معشوق مجازی کی
طرف اصلا التفات نہ کرے نہ اوس کی
طرف نظر کرے نہ اوس کا کلام سنے۔
حتی کہ اوسکی طرف قلب سے بھی توجہ نہ کرے
(اور اوس کا تصور دل میں نہ لاوے)
اور یہی مراد ہے جامی کے قول سے جو شعر
بالا کے متصل ہی فرمایا ہے۔ ؎

ولے باید کہ بر صورت نہ مانی
وزیں پل زود خود را بگذرانی

اور عارف رومی کے قول سے جو شعر
بالا کے تہوڑی دور بعد فرمایا ہے ؎

عشقہائے کز پئے رنگے بود
عشق نبود عاقبت ننگے بود

اور راز اس (ایصال اور شرط فراق)
میں یہ ہے کہ وصول الی المقصود الحقیقی کی

هو قطع التعلقات والعشق
قاطع قوی للتعلقات الا المحبوب
کما قال الرومی ؎
عشق آن شعلہ است کو چون برفروخت
ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
فاذا ابعد نفسہ عنہ کل البعد
وقربها بالاذکار و
المراقبات الی المحبوب
الحقیقی بالتوجہ الیہ بشراشرہ
انقطع عن هذا المحبوب ایضا
فذهبت التعلقات کلها
ویبقی الواحد المحبوب
فقط کما قال الرومی
بعد القول المذکور ؎
تیغ لا در قتل غیر حق براند
در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت
وحاصل هذا الشرط هو العفاف
واما الکتمان والصبر
فهو تخصیص بعد تعمیم

شرط اعظم ماسوا سے قطع تعلقات کرنا ہے
اور عشق بجز محبوب کے سب سے تعلقات کو
قوت کے ساتھ قطع کر دیتا ہے جیسا
عارف رومی فرماتے ہیں ؎
عشق آن شعلہ ست کو چون برفروخت +
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت +
(تو محبوب کا ماسوا تو اس عشق سے فنا
ہو گیا) پھر جب اپنے نفس کو اوس سے
بہی بالکل بعید کر دیا اور (مراقبات و
اذکار سے) ہمہ تن محبوب حقیقی کی طرف
توجہ کر کے اوس کے قریب کر دیا تو اس
محبوب سے بہی انقطاع تعلق ہو گیا۔ پس
سب تعلقات رخصت ہو گئے اور صرف
واحد محبوب حقیقی باقی رہ گیا۔ جیسا شعر
بالا کے بعد مولانا رومی فرماتے ہیں ؎
تیغ لا در قتل غیر حق براند
در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت
مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت
اور حاصل اس شرط کا عفاف ہے
باقی کتمان و صبر یہ تخصیص بعد تعمیم ہے

(باقی آیندہ)

کہ اس قانون قرآنی کا یہی مطلب ہے حالانکہ نہ وہ مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا نہ صحابہ کرام نے سمجھا۔ نہ خدا تعالیٰ نے بتلایا۔

صاحبو! قرآن فہم لوگوں کی نظروں میں اس قسم کی تفاسیر کی وقعت اس سے زیادہ نہیں ہے جتنی وقعت اس کی تفسیر قانون کی تھی (وعظ تقویم الزیغ دعوات نمبر ۲ صفحہ ۶ سطر ۹)

(۱۱۸) **مثال**۔ مثلاً ایک شخص کسی طبیب کے پاس گیا اور جا کر مرض کی تشخیص کرائی اور نسخہ لکھوایا تو اس موقع پر آپ نے کسی کو نہ دیکھا ہوگا کہ اگر اجزاء نسخہ کی حکمت و علت اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو تو اس نے طبیب سے دریافت کیا ہو یا اس کے ساتھ الجھنے لگا ہو کہ یہ اوزان خاص کیوں رکھے گئے۔ واللہ کبھی اس کا وسوسہ بھی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو زبان سے کبھی نہیں کہتے۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ ہمارے ہی فائدہ کے لئے اس نے نسخہ تجویز کیا ہے ایسا نہو کہ چون و چرا کرنے سے کبیدہ خاطر ہو کر ہمکو نکالدے اور پھر کبھی گھسنے نہ دے

تو صاحبو اگر احکام خداوندی کی قدر بھی دلوں میں نہ ہو تب بھی اس لئے اُن کو تسلیم کر لو کہ وہ صرف تمہارے ہی فائدے کے لئے تجویز کئے ہیں ایسا نہ ہو تمہارے اعراض سے خدا تعالیٰ خفا ہو جاویں اور تم پر کوئی مصیبت آپڑے

من نہ کردم خلق تا سودے کنم بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

تو اگر احکام خداوندی کی وقعت گورنمنٹ کے احکام کی برابری نہیں ہے تو حکیم ہی کا سا برتاؤ کیا ہوتا اور جب یہ بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ احکام خداوندی کی اتنی بھی قدر نہیں (وعظ ایضاً صفحہ ۹ سطر ۹)

(۱۱۹) ایک صاحب نے تعداد رکعات کو قرآن کی اس آیت سے ثابت کیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ اور کہا ہے کہ اس آیت سے نماز کا دو رکعت اور تین رکعت اور چار رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ صاحبو! کہاں فرشتوں کا

ذکر کہاں رکعات کی تعداد یہ سب نفس کا زیغ اور کید ہے (وعظ ایضاً صفہ ۱۱ سطر ۶)

(۱۲۰) ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ڈاڑھی رکھانیکا وجوب قرآن سے ثابت نہیں تو دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ میں قرآن سے ثابت کرتا ہوں دیکھئے قرآن شریف میں ہے۔ قَالَ ابْنَ اُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ تو اگر ہارون علیہ السّلام کے ڈاڑھی نہ تھی تو حضرت موسیٰ نے اسکو کیسے پکڑ لیا اور ہارون کو لَا تَاْخُذْ کہنے کی کیوں ضرورت پڑی اس جواب کو سنکر معترض صاحب بہی خوش ہوگئے حالانکہ اس جواب سے صرف ڈاڑھی کا وجود معلوم ہوتا ہے وجوب سے اسمیں تعرض نہیں اور جب دوسرے وقت ان مستدل صاحب سے اُن کے جواب کی حقیقت ظاہر کی گئی تو فرماتے ہیں کہ خیر اسوقت تو معترض کو خاموش کردیا صاحبو! اہل علم کو تو اس قسم کے جوابوں سے عار آنی چاہیے (وعظ ایضاً صفہ ۱۸ سطر ۸)

(۱۲۱) **مثال**۔ ایسی مثال ہے کہ حکیم علوی خاں کے مطب کو لیکر ایک شخص نے جمع کیا اور ہر نسخہ کے متعلق ضروری ہدایات لکھدیں کہ فلاں نسخہ صفرا کے لئے ہے اور فلاں نسخہ غلبہ بلغم کے لئے اور دوسرے شخص نے اُن سب نسخوں کی تبویب کردی کہ امراض راس کے نسخے الگ کرلیے اور امراض چشم کے الگ تو اس مفسر اور مبوب کو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ حکیم علوی خاں کا مطب نہیں ہے بلکہ یہی کہیں گے کہ عبارا تنا شتی وحسنک واحد اور یہ کہا جائیگا

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش   من انداز قدت را می شناسم

(وعظ ایضاً صفہ ۲۰ سطر ۱)

(۱۲۲) **حکایت**۔ سہارنپور میں ایک واعظ آیا جمعہ کی نماز کے بعد پوچھا کہ ساہبو (صاحبو) یہاں آواج (وعظ) ہوا کرے ہے معلوم ہوا کہ نہیں ہوتا آپ نے پکار دیا کہ بہائیو آواج (وعظ) ہوگی لوگ ٹھیر گئے۔ منبر پر پہونچا آکیس شریف کی غلط سلط آیتیں پڑھیں اور غلط سلط ترجمہ کرکے دعا مانگ کر کھڑا ہوگیا

کوئی عالم نابینا موجود تھے اُنہوں نے اسکو بلاکر پوچھا کہ تمہاری تحصیل کہانتک ہے
توآپ کیا فرماتے ہیں کہ ہماری تسیل (تحصیل) ہے ہاپوڑ۔ پھر اونہوں نے صاف
کرکے پوچھا کہ تم نے پڑھا کیا کیا ہے توآپ کیا فرماتے ہیں کہ ہم نے سب کچھ
پڑھا ہے نورنامہ ساپین نامہ۔ دائی حلیمہ کا قصہ۔ معجزہ آل بنی اور تو کیا جانے
اندہے یہ نمونہ ہے واعظ صاحب کی لیاقت کا۔

(۱۲۳) حکایت۔ ایک واعظ صاحب نے سورۂ کوثر کا وعظ کہا اور
ترجمہ پہلی آیت کا یہ کیا کہ اے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تجھکو کوثر کے مثل
دیا۔ اس احمق سے کوئی یہ پوچھے کہ کاف تو اعطینا کا مفعول ہے پھر مثل
کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

(۱۲۴) مثال۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ اصلاح کی نیت سے جاتے
ہیں۔ لیکن عجلت پسند ہونے کی وجہ سے چاہتے ہیں کہ دوہی دن میں جلدی
اصلاح ہوجاوے ان لوگوں کی بالکل وہ مثال ہے کہ الحائک اذا صلی
یومین انتظر الوحی۔ ایسے لوگوں کے جواب میں ہمارے حضرت حاجیصاحب
فرمایا کرتے تھے کہ یہ کیا کم فائدہ ہے کہ تمکو خدا کا نام لینے کی توتوفیق ہوگئی اور
فرمایا کرتے تھے کہ بھائی اگر واقعی کچھ بھی حاصل نہ ہو تب بھی طلب نہ چھوڑنی چاہیے

یابم اورا یا نہ یابم جستجوئے میکنم حاصل آید یا نیاید آرزوئے میکنم

(۱۲۵) حکایت ایک کتاب میں دیکھی ہے کہ فرعون
خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا۔ ایک سال بارش نہ ہوئی قحط ہوگیا۔ لوگوں نے
آکر شکایت کی کہ ہم لوگ قحط میں ہلاک ہورہے ہیں تم کیسے خدا ہو بارش
کیوں نہیں برساتے فرعون نے شیطان سے کہ کسی وقت اسکی دوستی
ہوگئی تھی۔ یہ سب قصہ کہا شیطان نے وعدہ کیا کہ کل بارش ہوگی چنانچہ
اس نے سب شیطانوں کو جمع کرکے کہا کہ سب اوپر جاکر موتو۔ چنانچہ
بارش تو ہوئی لیکن بدبو کے مارے دماغ پھٹے پڑتے تھے فرعون نے پوچھا کہ یہ کیسی

بارش۔شیطان نے کہا کہ احمق ہوا ہے جیسا تو خدائے باطل ہے ویسی ہی تیری بارش ہے اور جیسے وہ خدائے حقیقی ہیں اسی طرح کی اونکی بارش ہے اور یہ حدیثوں میں آیا ہے کہ دجال جہاں جائیگا۔ بارش ہوجائے گی تو یاد رکھو کہ اس سے بارش کا اس کے قبضہ میں ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ استدراج ہے اِس کے چاہنے پر ابتلاءً بارش اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوگی اِس کے معتقد سمجھیں گے کہ اِس نے بارش کی ہے۔ لیکن یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اسمیں تو تلبیس ہوجائیگی

جواب یہ ہے کہ یہ دھوکہ کی بات نہیں ہے اسلیئے کہ اس کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا کہ جس کو پڑھا اَن پڑھ سب پڑھ لیں گے اور دوسرے یہ کہ وہ کانا ہوگا اور حق تعالیٰ سب عیبوں سے پاک ہے +

(۱۲۶) **حکایت**۔ سندیلہ ایک مقام ہے وہاں ایک مرتبہ امساکِ باران ہوا قحط ہوگیا مخلوق بہت پریشان ہوئی استسقاء کی نماز کئی روز پڑھی گئی بارش نہ ہوئی وہاں کے رؤسا کے پاس بازاری عورتیں آئیں اور انہوں نے عرض کیا کہ صاحبو! یہ سب ہمارے اعمالوں کے نتیجے ہیں ہم تباہ کار سیاہ رو ہیں ہماری نحوست سے تم کو بھی یہ پریشانی ہوئی ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی میدان میں جمع ہوکر توبہ کریں لیکن جب ہم جمع ہوں تو ایسا انتظام کر دیجئے کہ وہاں جنگل میں کوئی شخص ہمارے پاس نہ آوے ایسا نہو کہ بجائے رحمت کے اور زیادہ غضب نازل ہو۔ چنانچہ انتظام کردیا گیا اور وہ سب وہاں گئیں اور سجدہ میں پڑکر رونا چلانا شروع کیا اور کہا اے اللہ یہ ہماری نحوست ہے ہم بہت گنہگار ہیں ہم بہت سیہ رو ہیں ہماری وجہ سے مخلوق کو پریشان نہ کیجئے اور جو جو کچھ بن سکا حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا حق تعالیٰ کو عاجزی پسند ہے ناقل اس حکایت کے یوں کہتے تھے کہ انہوں نے سر نہیں اٹھایا تھا کہ بارش شروع ہوئی اور خوب ہوئی۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

ما بروں را ننگریم و قال را ما دروں را بنگریم و حال را

(باقی آئندہ)

(۷) یہ آیہ معجزہ کی نفی نہیں کرتی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار سے اوسکو خارج ثابت کرتی ہے۔ اس کا ہر مسلمان قائل ہے اسمیں معجزہ ہی کی خصوصیت نہیں ایک ذرہ بھی بلا اذن حق تعالیٰ کے نہیں ہل سکتا۔

آیت دوم۔ وقالوا لولا نزل علیہ اٰیۃ من ربہ (پارہ واذا سمعوا قریب نصف) اہل فطرت کہتے ہیں کہ اس سے صاف ثابت ہے کہ کوئی معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں نہیں آیا ورنہ کفار یہ طعنہ کیوں دیتے۔ ہم کہتے ہیں آیت پوری پڑھو۔ اسی جملہ کے آگے دوسرا جملہ ہے۔ قل ان اللہ قادر علیٰ ان ینزل اٰیۃ۔ ولکن اکثرھم لا یعلمون۔ یعنے اون سے کہو کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اسپر کہ معجزہ اتارے مگر بہت سے لوگ نہیں جانتے اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ ایک شے داخل تحت القدرۃ ہے اور ایسی ہی شے کو ممکن کہتے ہیں جو ضد ہے محال کی تو معجزہ کسی قسم کا بھی ہو ممکن ہوا اور اہل فطرت نے جو انکار معجزات کا کیا ہے اوسکی بنا یہی ہے کہ معجزہ محال ہے اور یہی آیت جسکو اُنھوں نے نفی معجزات کے لئے پیش کیا ہے اوسکو ممکن ثابت کر رہی ہے۔ اور ممکن کا ثبوت جبکہ خبر صحیح سے ہو جاوے تو واجب التسلیم ہوتا ہے (دیکھو اصول موضوعہ نمبر ۲ کہ جو امر عقلاً ممکن ہو۔ اور دلیل نقلی صحیح اوس کے وقوع کو بتلائے اوس کے وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات کا ظہور نہایت صحیح حدیثوں سے بلکہ قرآن شریف سے بھی ثابت ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ مثلاً وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمے۔ (ترجمہ) نہیں پھینکا آپ نے کنکریوں کو بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔ ایک لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں بقدرت خداوندی وہ ہر ہر کافر کی آنکھوں میں پڑیں یہ فعل خارق عادت (معجزہ) ہوا۔

اور معراج شریف[ع] اجلی معجزات سے ہے جو قرآن سے ثابت ہے اور دنیا میں مشہور ہے

۲۴۱

[ع] معراج شریف کے ... بارہ میں حضرت مولانا تھانوی مدظلہ سے سوال کیا گیا۔ کہ معراج جسمانی،

(ح) معجزاتِ حضور کے بارہ میں مستقل کتابیں موجود ہیں مثلاً حال کی کتاب الکلام المبین مصنفہ مولانا عنایت احمد صاحب مطبوعہ موجود ہے جسمیں سینکڑوں معجزات مع ثبوت درج ہیں۔ غرض آیت دوم کو پورا پڑھنے سے معجزات کی نفی نہیں ثابت ہوتی جس کے لئے اسکو پیش کیا گیا تھا۔

آیت سوم۔ واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءتھم اٰیۃ لیؤمنن بھا۔ (ترجمہ) کفار نے بڑی پکی قسمیں کہائیں کہ اگر کوئی معجزہ اون کے سامنے ہوتا تو ضرور ایمان لے آتے۔ ہم کہتے ہیں اس مضمون کو بہی قرآن میں پورا پڑھ ہو آگے ہے۔ قل انما الاٰیات عند اللہ وما یشعرکم انھا اذا جاءت لا یؤمنون ونقلب افئدتھم وابصارھم کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ ونذرھم فی طغیانھم یعمھون (ترجمہ) کہدیجئے معجزات تو حق تعالے ہی کے قبضہ میں ہیں (یعنے وہ میرا فعل نہیں حق تعالیٰ کا فعل ہے وہ اوس کے ظاہر کرنے کے موقع و محل کو خوب جانتا ہے) (اس سے شبہ ہوسکتا تھا کہ اس موقع پر کوئی معجزہ ہی کیوں نہ دکہا دیا گیا تاکہ اون کی حجت قطع ہو جاتی جیسے آجکل اہل فطرت کو شبہ ہو رہا ہے) اوس کا حل فرماتے ہیں کہ تم کو کیا خبر ہے کہ یہہ لوگ معجزہ دیکھکر بہی ایمان نہیں لائیں گے (جس کی واقعی اور حقیقی وجہ یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں کو اور آنکھوں کو الٹا کر دیتے ہیں (جس سے اونکو حق باطل اور باطل حق معلوم ہونے لگتا ہے) جیسا کہ یہ لوگ پہلی بار اوسپر ایمان نہیں لائے اور ہم اون کو اون کی سرکشی کے اندر بہٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔ لفظ اول مرۃ قابل غور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ آیتیں کسی ایسی جماعت کفار کے بارہ میں اتری ہیں جن کے پاس اس سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴) ہوئی تہی یا منامی۔ فرمایا اگر منامی ہوئی ہوتی تو اوسپر منکرین کے اتنے غل شور کی کوئی وجہہ نہیں۔ جبکہ آج تک غل و شور مچا ہوا ہے تو صاف ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج جسمانی ہی کا دعوی کیا تہا۔ اسپر بعضوں نے تصدیق کی اور بعضوں نے تکذیب کی ۱۲ منہ

(ح) پہلی آیات الٰہی آچکی تھیں اگر آپ لئن جاءتھم آیۃ میں آیۃ سے مراد معجزہ لیتے ہیں تو یہاں بھی مراد معجزہ ہی لیجئے تو یہ معنے ہوں گے کہ اونکو اس سے پہلے کوئی معجزہ دکہا دیا گیا تہا۔ مگر وہ ایمان نہیں لائے۔ اب ناظرین باتمکین غور فرمادیں کہ اس آیت سے معجزہ کا ثبوت ہوا۔ یا نفی ہم مثل تو از دست تو میخواہم داد۔ اور اس کے بعد کی اور چند آیتوں کو پڑہیئے تو اس کی اور زیادہ توضیح ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں ولو اننا نزلنا الیھم الملئکۃ وکلمھم الموتی وحشرنا علیھم کل شئ قبلا ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرھم یجھلون (ترجمہ) اگر ہم ان کے طرف فرشتوں کو اتار دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہر چیز ہم ان کے سامنے لاکہڑی کرتے تب بھی یہ ایمان نہیں لاسکتے تھے۔ تا وقتیکہ حق تعالےٰ کو منظور نہوتا (یہ بہت موٹی بات ہے) مگر اکثر یہ لوگ جہالت سے کام لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتوں کا سامنے آنا اور مردوں کا زندہ ہوکر کلام کرنا اور تمام چیزوں کا سامنے آجانا یہ سب خارق عادت ہی ہیں۔ جسکو معجزہ کہتے ہیں۔ اور جنکو اصحاب فطرت محال کہتے ہیں۔ لیکن آیت کا طرز کلام بتا رہا ہے کہ یہ سب باتیں بقدرت خداوندی وقوع میں آسکتی تہیں۔ جیسا کہ ہر ذرا سی سمجھ رکھنے والا اور عربیت سے مناسبت رکھنے والا سمجھ سکتا ہے تو ان آیات سے بھی خارق عادت کا (معجزہ کا) ممکن ہونا ثابت ہوا نہ کہ نفی کا ثبوت ہوا

آیت چہارم۔ ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ انما انت منذر ولکل قوم ھاد۔ (سورہ رعد) (ترجمہ) اور کہتے ہیں کفار کہ کیوں نہیں اتارا گیا انپر کوئی معجزہ خدائے تعالےٰ کی طرف سے آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کیلیے ہادی آیا ہے۔ یہاں بھی کہا جاتا ہے کہ اون کے مطالبہ کے جواب میں کوئی معجزہ نہیں پیش کیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ تہا ہی نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہی ہمارے بھائیوں نے تعمق نظر سے کام نہیں لیا۔ جواب تو صرف اتنا کافی تہا۔ انما انت منذر

۲۴۳

(ح) مگر اسپر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ جملہ ولکل قوم ھاد بڑھایا گیا۔ اسکی کیا وجہ ہے
اسمیں تنبیہ کی گئی ہے اِس بات پر کہ زمانہ سابق میں ہادیوں (رسولوں) کا آنا
تمھارے نزدیک بھی مسلم ہے اون کے حالات سے اپنے رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے حالات کو ملاکر آپ کی سچائی کو معلوم کر سکتے ہو چنانچہ بعض جگہ
اسکی تصریح بھی فرمادی گئی ہے قل ما کنت بدعا من الرسل (سورہ احقاف)
یعنے میں کچھہ نیا رسول نہیں آیا ہوں (رسول ہمیشہ آتے رہے ہیں) دوسری جگہ
فرمایا ہے ام لم یعرفوا رسولھم فھم لہ منکرون۔ (سورہ مومنون) یعنے کیا
انھوں نے اپنے رسول کو پہچانا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ضرور پہچان لیا ہے
مگر فساد کیوجہ سے انکار کیئے جاتے ہیں۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے یعرفونہ کما
یعرفون ابناءھم (یہ جملہ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے) یعنے منکرین حضور کو ایسا
پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جب یہ بات ہے کہ حضور کے
حالات انبیاء سابقین سے بہت ملتے جلتے۔ بلکہ بہت بڑہے چڑھے
ہیں تو آپکی تکذیب کا انجام بھی وہی ہوگا جو اونکی تکذیب کا ہوا۔ اون کے
حالات میں سے یہ بھی تہا کہ معجزات رکھتے تھے جیسے عصا موسے علیہ السلام
کے لئے اور احیاء موتے عیسے علیہ السلام کے لئے وغیرہ۔ وغیرہ۔ لیکن کسی معجزہ
کو بلا اذن حق تعالیٰ کے نہیں دکہا سکتے تہے دیکھو عصا موسوی جادوگروں
کے تمام جادو کو نگل گیا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نکیا کہ عصا کو حکم
دیتے کہ فرعون کو نگل جا کہ سب قصہ ہی ختم ہوجاتا۔ اور جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
مردوں کو زندہ کر سکتے تہے تو تمام عالم کے مردوں کو زندہ کیوں نہ کردیا وجہ یہی
ہے جو حق تعالیٰ نے خود ارشاد فرمائی ہے وما کان لرسول ان یاتی بآیۃ
الا باذن اللہ یعنے کسی رسول سے نہیں ہوسکتا کہ کوئی معجزہ دکہائے بلا اذن
حق تعالیٰ کے یہی حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ معجزات ضرور آپکے
ہاتھہ پر دکہائے جا سکتے ہیں لیکن اذن الٰہی شرط ہے اور جبکہ ہم ثابت کرآئے ہیں

(ح) کہ معجزہ حق تعالے کا فعل ہے ظہور اوس کا بجانب اللہ رسول اللہ کے ہاتہ پر ہوتا ہے۔ اور حق تعالیٰ اوس کے اظہار کے موقع محل کو ہم تم سے زیادہ جانتے ہیں تو یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ جس وقت کوئی کسی معجزہ کا مطالبہ کرنے کہڑا ہو۔ اوس کی مرضی کے موافق فوراً معجزہ دکہا دیا جاوے یہ تو بازیچۂ اطفال ہوگا۔ تو جملہ ولکل قوم ھاد سے یہ مضمون پیدا ہوا کہ جو عمل درآمد حق تعالے کا معجزات کے بارہ میں دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رہا وہی حضورؐ کیساتہ ہے کہ معجزات دکہلائے جا سکتے ہیں (چنانچہ بہت سے دکہلائے گئے) لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر شخص کی خواہش کے موافق اور ہر وقت دکہلائے جاویں۔ غرض انما انت منذر کے ساتہ ولکل قوم ھاد کے ملانے سے معجزات کا امکان ثابت ہوگیا نہ کہ استحالہ۔ اور غور سے دیکہا جاوے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے ہوتے ہوئے کسی معجزہ کا مطالبہ بالکل فضول اور دق کرنا ہے اس واسطے کہ قرآن خود معجزہ ہے جو اون کے سامنے پڑہا جاتا تہا۔ اور معجزہ بہی کیسا علمی بہی اور عملی بہی نہ کوئی ایسے الفاظ بنا سکتا ہے نہ ایسے مضامین۔ اور جب کا معجز ہونا ثابت ہو چکا تہا اس تحدی (چیلنج) کا جواب کسی نے بہی نہیں دیا۔ فأتوا بسورۃ من مثلہ۔ فأتوا بعشر سور مثلہ۔ فلیأتوا بحدیث مثلہ۔ جب ہر وقت ایسا معجزہ جو سب معجزوں سے بڑہکر ہے اور جو قیامت تک باقی رہنے والا ہے ان کے سامنے تہا۔ پہر اور معجزہ کا مطالبہ کرنا صرف دق کرنا نہیں تو کیا ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے بہی ایک موقع پر یہی جواب دیا ہے۔ وقالوا لولا انزل علیہ آیات من ربہ قل انما الآیات عند اللہ وانما انا نذیر مبین اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیھم یعنے کفار کہتے ہیں کہ حضورؐ پر معجزات کیوں نہیں اتارے گئے۔ کہدیجئے معجزات حق تعالے کے پاس ہیں۔ میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔ کیا اونکو معجزات کے موقع پر

۲۴۵

(7) یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب اتاری ہے جو اون کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بالکل کافی ہے اور اس کے ہوتے کسی معجزہ کی ضرورت نہیں۔ اور سبحان اللہ قرآن کی کیا بلاغت ہے کہ اور جگہ اکثر لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ آیا ہے یعنے لفظ آیۃ بصیغہ مفرد آیا ہے۔ اور ہر جگہ اوس کے مناسب جواب دیا گیا ہے اور یہاں آیات من ربہ بصیغہ جمع آیا ہے اور جواب میں فرمایا گیا کہ کیا معجزہ قرآن کافی نہیں جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ تمام معجزات کی جگہ قرآن کافی ہے۔ غرض ایسا معجزہ ہوتے ہوئے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی اور معجزہ کا سوال محض دق کرنا تھا جو قابل التفات بات نہیں یہ جواب ہوا آیت چہارم یعنے انما انت منذر ولکل قوم ھاد کا۔ اور یہ جو کہا گیا تھا۔ کہ اس سے معلوم ہوا کہ منذر (رسول) کے لئے معجزہ ہو ضروری نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہم بھی قائل ہیں کہ ضروری نہیں مگر ضروری نہ ہونے کو ناممکن اور محال ہونا لازم نہیں لیکن چونکہ قرآن سے اور اخبار صحیحہ سے معجزات کا وقوع ثابت ہے لہذا اونکو ماننا ضروری ہے ورنہ تکذیب قرآن لازم آئے گی جو کفر صریح ہے۔ اور اخبار صحیحہ کی تکذیب بھی خلاف عقل ہے جیسا کہ بارہا بیان ہو چکا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ زید کہے کہ اس وقت مجھے بازار جانا ضروری نہیں تو اس سے یہ نہیں ثابت ہو سکتا کہ زید کا اس وقت بازار جانا ممکن اور اوس کی قدرت میں داخل ہی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے حتے کہ اگر اس کے بعد خبر صحیح ملے کہ زید بازار گیا تھا تو اس خبر کی تکذیب نہیں کیجائے گی۔ تو منذر کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر ممکن ہے محال نہیں۔ ہاں چونکہ وہ فعل منذر کا نہیں ہوتا بلکہ حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اسلئے وہ کفار کی بلکہ منذر کی تجویز سے بھی نہیں ظاہر ہوتا۔ صرف حق تعالیٰ کی تجویز سے ظاہر ہوتا ہے۔ غرض آیت انما انت منذر سے معجزہ کا ناممکن ہونا

(ح) نہیں ثابت ہوا۔ جیسا ابنار زمان نے خیال کر رکھا ہے۔

اور سورہ رعد میں یہی جملہ دوبارہ بھی آیا ہے۔ ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ اس کے آگے بھی کسی معجزہ کو نہیں جتایا گیا۔ اسکی وجہ بھی ہمارے مخاطبین نے یہ تراشی ہے کہ کوئی معجزہ تھا ہی نہیں۔ اس کا جواب بھی اسی آیت کے دوسرے جملہ میں موجود ہے وہ یہ ہے قل ان اللہ یضل من یشآء ویھدی الیہ من اناب ٥ یعنے کہدیجئے کہ حق تعالے گمراہ کرتے ہیں جسکو چاہیں اور راہِ حق دکھلاتے ہیں اپنی طرف اوس شخص کو جو رجوع ہو اون کی طرف۔ حاصل جواب کا وہی ہے جسکو ہم بارہا مکرر ذکر آئے ہیں کہ بعض لوگوں کی غرض معجزہ طلب کرنے سے تحقیق حق نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ صرف دق کرنا منظور ہوتا تھا جیسے ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا کہ بتایئے کہ میری مٹھی میں کیا ہے۔ حضور نے فرمایا میں بتاؤں یا یہ کنکریاں خود بول اٹھیں۔ کہا صورت دوم تو اور بھی زیادہ قابل تعجب ہے۔ بس وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں اسکو دیکھ کر کنکریوں کو پھینک دیا۔ اور کہا یہ جادو ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

معجزہ جست از نبی بوجہل سگ ۔۔۔ دید وتفرو وش از آں الکہ شک

ایسے مطالبات کو ہر دم پورا کرنا لہو ولعب کے سوا کیا ہے۔ اسواسطے جواب میں حقیقت حال کو واضح فرمادیا۔ قل ان اللہ یضل من یشآء ویھدی الیہ من اناب (ترجمہ) کہدیجئے کہ اللہ تعالے گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے اپنی طرف اوسکو جو رجوع ہوتا ہے اوس کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ تمہارے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے بعد بھی نتیجہ مترتب ہونے کے لیے ہماری مشیت شرط ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ ہم نہ چاہیں اور نتیجہ مترتب ہوجاوے۔ یعنے ہدایت ہوجائے جب یہ بات ہے تو معجزہ کے دکھانے کا

(ح) موقع بھی ہم ہی خوب سمجھتے ہیں جہاں طلب حق ہوگی اور نتیجہ مترتب ہونے کی امید
ہوگی دکھایا جاوے گا اور جہاں طلب حق نہوگی اور نتیجہ کے مترتب ہونے کی
اُمید نہ ہوگی تو معجزہ کا دکھانا فضول ہوگا۔ اسکی ایک علامت بھی بیان فرمادی ہے
وہ لفظ من اناب میں بیان ہوئی ہے مطلب یہ ہے کہ جس کی طبیعت میں انابۃ
الی اللہ ہو اوسکو ہدایت ہوتی ہے انابۃ الی اللہ کا حاصل بندہ کا تعلق خدا
سے درست ہونا یعنے اپنے آپ کو بندہ اور عاجز سمجھنا اور خدائے تعالیٰ کو مالک
اور قادر اور مختار مطلق سمجھنا جب ایسا ہوگا تو خدا کا خوف دل میں پیدا ہوگا اور
اوس کے راضی کرنے کے ذرائع کی تلاش ہوگی وہ ذرائع رسول سے معلوم ہونگے
تو اوسکے صدق کو دل قبول کرے گا۔ اس مضمون کو قرآن میں مختلف عنوانات
سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ مثلاً قل انما اعظکم بواحدۃ ان تقوموا للہ
مثنیٰ وفرادیٰ ثم تتفکروا ما بصاحبکم من جنۃ۔ (ترجمہ) کہدیجے
میں تمکو صرف ایک نصیحت کرتا ہوں کہ تم خالصاً لوجہ اللہ کہڑے ہو جاؤ ایک
ایک الگ الگ یا دو دو ملکر پہر سوچو کہ تمہارے صاحب (محمد صلے اللہ علیہ وسلم)
کو جنون نہیں ہے بلکہ واقعی اور سچے رسول ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر خدا کو
خدا سمجھکر غور کروگے تو حضورؐ کی رسالت کو ضرور مان لوگے۔ خدا کو خدا سمجھنا اسی کا
ترجمہ انابۃ الی اللہ ہے جسپر ہدایت کا وعدہ ہے۔ غرض اس آیت سے بھی
معجزہ کی نفی نہیں ہوئی بلکہ معجزہ نہ دکہانے کی حقیقی وجہ بیان فرمادی کہ تم لوگ اس
قابل نہیں ہو کہ معجزہ دکہایا جاوے۔ کیونکہ تم سے امید حق کو قبول کرنے کی
نہیں۔ کیونکہ اوسکی علامت انابۃ الی اللہ ہے اور وہ تم میں ہے نہیں۔ اور
اگر اس آیت سے ذرا آگے چلیں تو یہ آیت ملتی ہے ولو ان قرانا سیرت بہ
الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتی (ترجمہ) اگر قرآن ایسا بھی ہوتا
کہ اوس کے ذریعہ سے پہاڑوں کو حرکت دیجاتی یا زمین قطع کیجاتی یا مردوں سے
بات چیت ہوسکتی جزا محذوف ہے۔ یعنے جب بھی ایمان نہ لاتے۔ یہ آیت

(باقی آئندہ)

حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ کی کمیاب مواعظ کا نیا رسالہ

الابقاء

ہزار ہزار شکر ہے کہ خداوند عالم نے اس زمانہ پرفتن میں عالی جناب فیض مآب عمدۃ العارفین زبدۃ الکاملین جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت و معرفت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب ظلہم العالی کو اصلاح امت کے واسطے پیدا فرما کر مسلمانان ہند کے لئے خصوصاً اور دیگر ممالک کیلئے عموماً ایک نعمت عظمیٰ بنایا ہے۔ جو اس زمانہ میں جبکہ ہر چہار طرف سے گمراہی کی گھٹائیں امنڈ رہی ہیں تحریراً و تقریراً احقاق حق و ابطال باطل کو ممتاز کرنے کی خدمت میں یکتائے زمانہ ہیں ان کے فیض سے بیشمار مخلوق خدا علماً و عملاً فیض یاب ہو رہی ہے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونا کیمیائے سعادت ہے خصوصاً آپ کے مواعظ سے جو فائدہ عوام و خواص کو ہو رہا ہے وہ کسی صاحب نظر پر پوشیدہ نہیں ہے مواعظ متفرقہ کا باوجود بار بار طبع ہونے کے پھر کمیاب ہونا قبولیت عامہ کی بین دلیل ہے ان نایاب مواعظ کی تلاش میں عامۃ المسلمین کی پریشانی اور سرگردانی کیوجہ سے احقر کو خیال ہو کہ اگر ان ختم شدہ اور کمیاب مواعظ کو ماہ بماہ ایک "رسالہ" کی صورت میں شائع کر دیا جائے تو شائقین مواعظ کیواسطے ازحد مفید ہوگا۔

بایں خیال احقر نے ایک رسالہ موسومہ **الابقاء** بنام خدائے عزوجل رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۰ھ سے جاری کر دیا ہے جسکی ضخامت معہ ٹائیٹل ۳۶ صفحات ہیں اور انشاء اللہ یہی ہوا کرے گی اور ہر ماہ قمری کی پندرہ تاریخ کو شائع ہو جایا کریگا جسکی سالانہ قیمت عہ ہے حضرت مولانا موصوف مدظلہم العالی کے مواعظ کے قدردان خود اندازہ فرما سکتے ہیں کہ یہ صورت حضرات شائقین کے واسطے کس قدر امید افزا ہے امید ہو کہ ان جواہر گم گشتہ کے متلاشی جلد از جلد رسالہ مذکورہ کے خریداران میں اپنا نام لکھوا کر حضرت والا کے علوم سے مستفید ہونیکی کوشش فرمائیں گے۔ نیز اپنے احباب کو بھی ترغیب دیکر الدال علی الخیر کفاعلہ کے مصداق بنیں گے۔

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک عہ ہے اور وی۔ پی۔ کی صورت میں ۲ر فیس رجسٹری اور ۲ر فیس منی آرڈر کا اضافہ ہو کر عہ۱ ادا کرنے پڑتے ہیں۔

المشتہر محمد عثمان کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

اشتیاق ہی اس کا محرک ہوا۔ ضخامت (۱۹۲) صفحات قیمت عہ ملنے کا پتہ۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی